قدس کو یہودی شہر بنانے کی کوشش

نصوص، وثائق اور اعداد وشمار کی روشنی میں

ڈاکٹر انور محمود زناتی

ایفا پبلی کیشنز – نئی دھلی

نام کتاب:	قدس کو یہودی شہر بنانے کی کوشش
	(نصوص، وثائق اور اعداد وشمار کی روشنی میں)
مصنف:	ڈاکٹر انور محمود زناتی
مترجم:	شعبہ حسنین ندوی
کمپوزنگ:	محمد سیف اللہ
صفحات:	۱۶۰
قیمت:	۱۲۰/روپے

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱-ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸
جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵
ای میل: ifapublication@gmail.com
فون: 011 - 26981327

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿سبحان الذي أسرى بعبده ليلاً من المسجد الحرام
إلى المسجد الأقصى الذي باركنا حوله لنريه من آياتنا
إنه هو السميع البصير﴾

سورة الإسراء، الآية ١

انتساب

ان تمام شہداء کے نام......

جنہوں نے فلسطین، لبنان، عراق، افغانستان

اور دوسری جگہوں پر

اپنے جان و مال کی عظیم قربانیاں پیش کیں

انور زناتی

راہ سنسان ہے، سنگِ رہ غم زدہ
چھن گئیں رونقیں شہر وبازار کی
مسجدوں کے مآذن بھی خاموش ہیں
اور محراب ومنبر ہیں غمگیں بہت
کون پوچھے بھلا بام ودر کے لہو
خواہ قرآن ہو، توریت وانجیل ہو
سب کا ناموس زد پرستم گر کی ہے
آہ! ارض فلسطین، ارضِ رُسل
ہر طرف دندناتے ہیں ظالم یہاں
کون روکے گا غاصب کے بڑھتے قدم
کون روکے گا ظالم کے ظلم وستم
کیسے ٹھہرے گا سیلاب رنج والم
ذات باری پہ ہم کو یقیں ہے مگر
گھُپ اندھیرا جو ہر سمت طاری ہے آج
پھوٹ نکلے گی کل اس سے روشن کرن
اجڑے گلشن میں پھر سے بہار آئے گی
پھر سے پھل دیں گے لیموں کے سوکھے شجر
فاختائیں جو گھر چھوڑ کر اڑ گئیں
لوٹ آئیں گی پھر شاخِ زیتون پر

پھر سے گونجیں گی بچوں کی کِلکاریاں
بیٹے باپوں کے سینوں سے لگ جائیں گے
شہر زیتون اے شہر جنت نشان
سر زمیں پر تری پھر بہار آئے گی
لہلہائے گا پھر زندگی کا چمن
میرے پیارے وطن، میرے پیارے وطن

(ترجمانی: حسنین ساحرؔ)

فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات
۹	گوشواروں کی فہرست
۱۱	تصویروں کی فہرست
۱۳	پیش لفظ (باقی)
۱۵	مقدمہ
۲۱	پہلی فصل: نصوص اور تاریخ
۲۱	اول: عمومی پس منظر
۲۵	دوم: اعداد و شمار
۲۸	سوم: مختلف طریقۂ کار
۴۴	فلسطینی تحریک آزادی کی ایگزیکیٹیو کمیٹی کا بیان
۵۵	☆ شہر قدس میں اسرائیلی زیادتیوں سے متعلق ماہانہ رپورٹ کا خلاصہ (مارچ ۲۰۰۷ء)
۵۹	☆ ۲۰۰۸ء کے پہلے تین مہینوں کے درمیان نوآبادیاتی سرگرمیاں
۶۱	☆ حالیہ (۲۰۰۸ء) نوآبادیاتی سرگرمیوں سے متعلق تحریک السلام الآن (Peace Now) کے بیانات

دوسری فصل: شہر قدس کو یہودی رنگ میں رنگنے کے مختلف ذرائع ووسائل	۷۱
اول: عرب گاؤں اور عرب واسلامی تہذیب کے آثار کو مٹانا	۷۱
۱-مسجد اقصی پر اسرائیلی زیادتیاں	۷۳
۲-عرب قدس میں آثار قدیمہ کی کھدائیاں	۷۹
۳-۱۹۶۷ء کے بعد شہر قدس میں اسرائیلی کھدائیاں	۸۳
۴-کھدائیوں وزیادتیوں کا تسلسل	۹۳
۵-مختلف مقامات کو اسرائیلی نام دینے کا ادارہ	۹۸
۶-الحوض المقدس (یعنی عرب بستیوں کو مٹانے اور انہیں ہڑپنے) کا منصوبہ	۱۰۳
۷- گھروں کو منہدم کرنے کی پالیسی	۱۰۴
دوم: قومی تہذیب وشناخت کو مٹانے اور تعلیم کو یہودی رنگ دینے کی کوشش	۱۰۸
۱-شہر قدس میں تعلیم کو یہودی رنگ دینے کی کوشش	۱۰۸
۲-نسلی تفریق کی دیوار (Apartheid wall)	۱۱۵
خاتمہ	۱۲۷
ضمیمہ جات	۱۲۹
ضمیمہ نمبر (۱): یہودیوں کے قومی وطن کا نقشہ جو صہیونی وفد نے پیرس میں ۱۹۹۱ء میں منعقد ہونے والے مؤتمر الصلح میں پیش کیا تھا	۱۲۹
ضمیمہ نمبر (۲): ۲۱/۸/۱۹۶۹ء میں مسجد اقصی میں لگنے والی آگ	۱۳۰
ضمیمہ نمبر (۳): فلسطین میں مسجد اقصی کو ہدف بنا کر کی جانے والی کھدائیاں	۱۳۲
ضمیمہ نمبر (۴): ہرتزل کا خط سلطان عبد الحمید کے نام (۲۵/۸/۱۸۹۶ء)	۱۳۵
مراجع وماخذ	۱۳۶

گوشواروں کی فہرست

نمبر	عنوان	صفحہ
۱-۱	۱۸۸۲ء سے ۱۹۴۴ء کے درمیان فلسطین کی طرف یہودیوں کی ہجرت کے مختلف مراحل	۲۶
۱-۲	۱۹۴۵ء تک فلسطین کے مختلف علاقوں میں زمین کی ملکیت کا تناسب	۲۷
۱-۳	۱۹۴۸ء میں فلسطینیوں کے ہاتھ سے نکل جانے والی زمین کا رقبہ	۲۷
۱-۴	مشرقی قدس کوضم کرنے کے بعد وہاں کی آبادی اور جون ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد گھر بار چھوڑنے والوں کی تعداد	۳۱
۱-۵	قدس میں ضم کئے گئے علاقوں میں اسرائیلی نوآبادیات	۳۷
۱-۶	جبل ابوغنیم (ہارحوما) میں قائم کردہ نوآبادیاتی علاقہ سبغات شموئیل کا اسٹرکچرل منصوبہ	۴۸
۱-۷	قدس کے شہریوں کی شہریت کالعدم کرنے سے متعلق اعداد وشمار	۵۱
۱-۸	شہریت کالعدم کرنے کے اسباب، اسرائیلی وزارت داخلہ کے مطابق	۵۳
۱-۹	نوآبادکاری، حقائق اور اعداد وشمار (۲۰۰۷ء کے اخیر تک)	۵۸
۱-۱۰	اسرائیلی ٹنڈرس جو انا پولیس کانفرنس سے لیکر جولائی ۲۰۰۸ء تک نکالے گئے	۶۲
۲-۱	قدس کے دروازوں کے تاریخی نام اوران کی جگہ پر رکھے گئے عبرانی نام	۹۹
۲-۲	قدس اور اس کے قرب وجوار کی تاریخی جگہوں کے وہ عربی نام جو جون ۱۹۶۷ء کے بعد یہودی ناموں سے تبدیل کردیئے گئے	۱۰۱

۲-۳	وہ عرب بستیاں جن کے نام ۱۹۴۸ء کے بعد یہودی ناموں سے تبدیل کردیئے گئے	۱۰۲
۲-۴	۲۰۰۴ءاور ۲۰۰۵ء میں مشرقی قدس میں رہائشی مکانات کا انہدام	۱۰۷
۲-۵	مشرقی قدس میں رہائشی مکانات ودیگر تعمیرات کا انہدام (۱۹۹۹ء-۲۰۰۳ء)	۱۰۷
۲-۶	مغربی کنارہ میں رہائشی مکانات ودیگر تعمیرات کا انہدام (۱۹۹۹ء-۲۰۰۳ء)	۱۰۸
۲-۷	اسرائیلی منہج تعلیم نافذ کئے جانے کی مدت کے دوران قدس کے پرائیوٹ اسکولوں میں طلباء اور مختلف شعبہ جات کی تعداد	۱۱۲
۲-۸	فلسطینی علاقے جنہیں دیوار علیحدگی کی تعمیر کے پہلے مرحلہ میں اس دیوار اور گرین لائن کے درمیان الگ تھلگ کردیا گیا	۱۱۷
۲-۹	دیوار علیحدگی کی تعمیر میں ۳۰/۴/۲۰۰۶ء تک کی پیش رفت	۱۱۸
۲-۱۰	دیوار علیحدگی سے متاثر فلسطینی معاشرہ	۱۱۹
۲-۱۱	دیوار علیحدگی کا شہریوں کی نقل وحرکت پر اثر	۱۲۵

تصویروں کی فہرست

نمبر	عنوان	صفحہ
۱-۱	شہر قدس	۲۲
۱-۲	فلسطینی پناہ گزینوں کی ہجرت کے راستے	۳۶
۱-۳	قدیم شہر میں کھدائیاں اور سرنگیں	۵۶
۱-۴	ٹیلہ باب المغاربہ	۵۷
۱-۵	قدیم شہر	۶۸
۱-۶	۲۰۲۰ءتک قدس کو یہودی شہر بنانے کی کوشش	۶۹
۲-۱	وہ نقشے اور دستاویزات جو مسجد اقصی کو یہودی بنانے کے صہیونی منصوبوں کو واضح کرتے ہیں	۷۵
۲-۲	وہ نقشے اور دستاویزات جو مسجد اقصی کو یہودی بنانے کے صہیونی منصوبوں کو واضح کرتے ہیں	۷۸
۲-۳	مسجد اقصی اور اس کے اردگرد کھدائیاں	۷۸
۲-۴	وہ کھدائیاں جو اسرائیل نے مسجد اقصی کے جنوب مشرقی جانب کی ہیں	۸۴
۲-۵	قبۃ الصخرۃ	۸۷
۲-۶	وہ کھدائیاں جو اسرائیلیوں نے مسجد اقصی کے جنوبی اور مغربی جانب کی ہیں	۸۸
۲-۷	سرنگ کا وہ حصہ جو حرم شریف کے مغربی دیوار سے متصل ہے	۸۹
۲-۸	ہیکل کا مجسمہ جس کی اسرائیل تشہیر کرتا ہے اور جسے حرم شریف کی جگہ پر نصب کرنا چاہتا ہے، حالانکہ اس سلسلہ میں اس کے پاس کوئی پختہ ثبوت نہیں ہے	۸۹

۲-۹	قبرستان مأ من اللہ (ماميلا)	۹۱
۲-۱۰	المغاربہ بستی، انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں	۹۵
۲-۱۱	المغاربہ بستی، انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں	۹۵
۲-۱۲	پل تعمیر کرنے کے منصوبہ کا فضائی منظر، پل اور باب المغاربہ کے درمیان تعلق	۹۶
۲-۱۳	حی الشرف کو ساحۃ البراق سے جوڑنے کے لئے عمودی سرنگ کھودنے کا منصوبہ	۹۷
۲-۱۴	اسرائیل کے ایک راستہ پر سائن بورڈ، جس میں عربی خط کو مٹادیا گیا ہے	۹۹
۲-۱۵	عرب ناموں کو صہیونی ناموں سے تبدیل کرنا	۱۰۰
۲-۱۶	وادیٔ مالک کی غیر قانونی عمارتوں کا انہدام	۱۰۴
۲-۱۷	۱۴/۲/۲۰۰۵ء کو اسرائیلی عدالت سے جاری ہونے والا وہ حکم جس میں علاقہ سلوان کی بستیوں وائل اور جمانہ جلاجل کے مکانات کو منہدم کرنے کا حکم دیا گیا (عبرانی زبان میں)	۱۰۵
۲-۱۸	رجا محمد کے گھر کو ان کے بیٹے ہاشم سے بیچنے کے معاہدہ کی فوٹو کاپی، یہ گھر حی البستان (سلوان) میں گذشتہ صدی کے آغاز میں تعمیر کیا گیا تھا	۱۰۶
۳-۱	اپارتھائیڈ وال کے حدود	۱۲۰
۳-۲	نقشہ رام اللہ	۱۲۴

پیش لفظ

کہا جاتا ہے کہ تاریخ قوموں کا حافظہ ہوتا ہے، دنیا میں کتنی ہی قومیں ہیں کہ جن کے قومی وجود کو مٹانے کے لئے فاتحین نے مفتوحین کی تاریخ کو مٹا دیا، پھر آہستہ آہستہ اس قوم ہی کا وجود ختم ہو گیا؛ لیکن مسلمانوں کا کردار یہ رہا کہ انھوں نے کبھی تاریخ کو بدلنے کی کوشش نہیں کی، عرب ملکوں کو دیکھئے کہ صدیاں گزر گئیں؛ لیکن اب بھی وہاں یہود و نصاریٰ کے بہت سے تاریخی آثار باقی ہیں، افغانستان سے طویل عرصہ پہلے بودھ جا چکے تھے، شاید اب وہاں ایک بھی بدھسٹ موجود نہ ہو؛ لیکن کچھ عرصہ پہلے تک بھی بامیان میں بودھ جی کے بلند قامت مجسمے موجود تھے، جنھیں کچھ نادان دوستوں نے منہدم کر دیا، اس کی سب سے بڑی مثال خود ہندوستان ہے، ہندوستان کے طول و عرض پر کم و بیش ایک ہزار سال مسلمانوں نے حکومت کی ہے، اگر مسلمان اس ملک میں تلوار کی طاقت سے اسلام پھیلاتے اور ہندو مذہب کی علامات کو مٹانا چاہتے، تو شاید کابل سے لے کر رنگون تک اس ملک میں اسلام کے سوا کوئی اور مذہب موجود نہیں ہوتا، یا کم سے کم مسلمان اکثریت میں آچکے ہوتے؛ لیکن مسلمانوں نے ہمیشہ رواداری، بقائے باہم اور اُخوت کی بنیاد پر اپنی حکومت چلائی، نیز زور زبردستی اور جبر و دباؤ سے ہمیشہ اپنا دامن بچائے رکھا۔

مگر افسوس کہ صہیونی اور صلیبی طاقتوں نے اس حسنِ اخلاق کی رسید نہیں دی اور اسلامی آثار کو مٹانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، بیت المقدس ہی کو دیکھئے کہ اسلام سے پہلے بخت نصر اور بعض دوسرے حکمرانوں نے کس طرح شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، بنی اسرائیل کے تمام تاریخی نشانات کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا اور ان کی عبادت کی جگہ کو غلاظت ڈالنے کی جگہ بنا دیا؛ لیکن جب مسلمانوں نے بیت المقدس کو فتح کیا تو گرجاؤں اور چرچوں کو اپنی حالت پر باقی رکھا،

یہ اور بات ہے کہ اس علاقے کے سارے لوگ دامن اسلام میں آگئے اور زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ بوسیدگی اور خستگی کی وجہ سے بعض عمارتیں ختم ہوگئیں اور بعض ابھی تک باقی ہیں۔

افسوس کہ ایک تو تمام بین الاقوامی قوانین کی دھجیاں اُڑاتے ہوئے ۱۹۴۸ء میں عربوں کے سینے میں اسرائیل کا خنجر گھونپ دیا گیا اور زبردستی ایک ناجائز مملکت قائم کردی گئی، پھر ۱۹۶۷ء میں مسجدِ اقصیٰ پر اسرائیل کا قبضہ ہوگیا اور اس وقت سے مستقل طور پر اس کی اسلامی شناخت کو ختم کرنے اور اس کو یہودی رنگ میں رنگنے کی کوشش کی جارہی ہے، یہ کتاب جو اس وقت قارئین کے سامنے ہے اس سلسلے میں ایک معتبر، مفصل، حقیقت پر مبنی اور اسرائیلی سازش کو دوپہر کی دھوپ کی طرح واضح کردینے والی دستاویزی تالیف ہے، جس میں سرکاری وثائق، تصویروں اور نقشوں کے ذریعے اسرائیل کی تاریخی دہشت گردی کو واضح کیا گیا ہے اور کہنا چاہئے کہ یہ ملت اسلامیہ کا نوحہ و مرثیہ ہے، جو اُن کے سرمایۂ غم کو محفوظ رکھے گا اور وہ اپنی متاعِ گم گشتہ کو فراموش نہیں کرسکیں گے۔

دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عالم اسلام کی غیرت کو بیدار کرنے کا ذریعہ بنائے اور بیت المقدس جلد اس کے حقداروں کے ہاتھ میں واپس آجائے۔ **وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔**

خالد سیف اللہ رحمانی
(جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

۲۷ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
۹رفروری ۲۰۱۳ء

☆ ☆ ☆

مقدمہ

گرچہ مشرق ومغرب میں عالم عرب وعالم اسلام سیاسی شکستگی کا شکار ہیں، عرب ممالک باہمی داخلی اختلاف وانتشار کا شکار ہیں، ہر ایک انفرادی طور پر قوت وسلطنت کے حصول کا خواہاں ہے، مزید برآں دنیا کے اکثر ملکوں میں یہودیوں کا اثر ورسوخ بڑھتا جارہا ہے، لیکن پھر بھی موجودہ دور میں بیداری کی ایک ایسی لہر نظر آرہی ہے جو حق کو صاحب حق تک پہنچانے کا عزم رکھتی ہے(۱)۔

اس پس منظر میں اس بات کی اہمیت سامنے آتی ہے کہ شہر قدس کو یہودی بنانے کے اسرائیلی منصوبوں کا مطالعہ کیا جائے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ اس استعماری ذہن کے پیچھے کارفرما عوامل کیا ہیں، میں اس کتاب میں مختلف مورخین کی اس سلسلہ میں آراء پیش کروں گا، شہر قدس درحقیقت فلسطینی عربوں ومسلمانوں کا دینی، تاریخی، سیاسی ومعاشی دار الحکومت ہے، قدس کی اس شناخت کو ختم کرنے کے لئے یہودیوں نے بڑی سازشیں کی ہیں، مثلاً انہوں نے مقدس مقامات کو یہودی رنگ دینے کی کوشش کی، اس سلسلہ میں انہوں نے مسجد اقصی (Al-Aqsa Mosque) (۲) کے زیرزمین کھدائیاں (Excavations) شروع کردیں، انہوں نے اپنے عبادت خانے (Synagogues) تعمیر کئے، مسجد اقصی کو منہدم کرنے اور اسے نذر آتش کرنے کی مختلف کوششیں کیں، ساتھ ہی قدس کی آبادی میں یہودیوں کی تعداد میں اضافہ کے لئے وہاں سے عربوں کو نکالنا اور یہودیوں کو باہر سے وہاں لانا شروع کیا، یہودیوں نے شہر کے اسلامی نقوش کو بھی مٹانے کی پوری کوشش کی، لہذا انہوں نے گھروں کو منہدم کردیا، اسلامی آثار قدیمہ کو مٹادیا اور ان کی جگہوں پر نوآبادیات تعمیر کردیں۔

اس مطالعہ کا مقصد واقعات کو مستند آخذ، وثائق اور اعداد وشمار کی روشنی میں بیان کرنا ہے، اس مطالعہ میں کسی بھی طرح کی جانبداری سے بچتے ہوئے حقائق کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

میں نے اپنے مطالعہ کے لئے اس موضوع کا انتخاب اس لئے کیا کیونکہ یہ موضوع عالم عرب وعالم اسلام کے لئے نہایت اہمیت کا حامل ہے، شائع ہونے والے جدید اعداد وشمار کی روشنی میں اس مسئلہ کے بڑے اہم جوانب بھی سامنے آئے ہیں جن پر ہم آگے گفتگو کریں گے، اس گفتگو سے بزدل صہیونی فکر مزید کھل کر ہمارے سامنے آسکے گی۔

اس مطالعہ میں ایک واضح طریقۂ کار اپنانے کی غرض سے میں نے واقعات کو صرف تاریخی انداز میں بیان کردینے سے اجتناب کیا ہے، اس کے برعکس میں نے علمی طریقہ اپناتے ہوئے حوادث وواقعات کا تحلیل وتجزیہ کیا ہے اور اس سے نتائج اخذ کرنے کی کوشش کی ہے، اس سلسلہ میں اصل مصادر وآخذ کا استعمال کرتے ہوئے بعض روایات کی تردید بھی کی ہے، اس مطالعہ کے دوران میں نے مختلف علمی مناہج کا استعمال کیا ہے، مثلاً ''استقرائی منہج'' اور ''مضمون کے تحلیل وتجزیہ کا منہج''، جس میں تمام نصوص، وثائق اور اعداد وشمار کو سامنے رکھ کر تحلیل وتجزیہ کیا جاتا ہے، اس کے گرد کچھ افتراضات قائم کئے جاتے ہیں تاکہ مختلف ومنتشر سوالات کے حل مل سکیں، میں نے اس سلسلہ میں ''تفکیکی - ترکیبی'' منہج سے بھی استفادہ کیا ہے تاکہ ان سوالات کے حل کے لئے وسیع دلالتوں تک پہنچا جاسکے، میں نے اس مطالعہ میں جا بجا اعداد وشمار بھی پیش کئے ہیں تاکہ یہ مطالعہ محض واقعات وحوادث کے ایک بیان کی شکل اختیار کرکے نہ رہ جائے بلکہ وہ ایک علمی کام ہو جس کی بنیادیں استقراء اور تحلیل وتجزیہ پر رکھی گئی ہوں۔

اس مطالعہ کو مقدمہ، دو فصلوں اور خاتمہ پر منقسم کیا گیا ہے، مقدمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ مصنف نے اس کتاب کی تصنیف میں کیا طریقۂ کار اپنایا ہے، ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ

اس موضوع کی کیا اہمیت ہے اور اس کا انتخاب کیوں کیا گیا ہے۔

پہلی فصل کا عنوان ''نصوص اور تاریخ'' ہے، اس فصل میں اختصار کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ قدس درحقیقت ایک عرب شہر ہے اور عرب شہر کی خصوصیات کا حامل (Arab Character of Jerusalam) ہے، اس سلسلہ میں پہلے میں نے یہودی مصادر ونصوص کا ذکر کیا ہے پھر عرب واسلامی مآخذ ومصادر کا ذکر کیا ہے، ان تمام نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ فلسطین اور شہر قدس درحقیقت عرب خصوصیات کے حامل ہیں۔

اس فصل میں میں نے تاریخ، توراتی نصوص ووثائق کو پیش کیا ہے اور ان تمام نصوص کا تحلیل وتجزیہ کیا ہے، جس کے بعد یہ بات مکمل طور پر واضح ہوکر سامنے آجاتی ہے کہ معاصر فلسطینیوں کو ہی فلسطین کا مکمل حق حاصل ہے، اور کنعانی ہی درحقیقت وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ سے فلسطین کے باشندے رہے ہیں، جہاں تک اسرائیل کا تعلق ہے تو وہ محض ایک چھوٹا سا قبیلہ تھا جس نے ارض کنعان (جس کا نام بعد میں فلسطین رکھا گیا) پر حملہ کیا تھا تاکہ وہ اس پر قابض ہوسکے۔

دوسری فصل کا عنوان ''شہر قدس کو یہودی رنگ میں رنگنے کے مختلف ذرائع ووسائل'' ہے، اس فصل میں قدس کو یہودی رنگ میں رنگنے کے لئے صہیونیوں کی جانب سے اختیار کئے جانے والے مختلف ذرائع ووسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے، شہر قدس خصوصاً مسجد اقصی روزانہ ہی غاصب اسرائیلی قوتوں (Occupation Authorities) کی مختلف زیادتیوں کا شکار ہوتی رہتی ہے، غاصب اسرائیلی قوتوں کی کوشش یہ ہے کہ وہ عرب شناخت کو ختم کرکے (Obliterate the Arab Identity) اس کی جگہ جھوٹی یہودی تاریخ اور شناخت کو قائم کرسکیں، اس مطالعہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اسرائیل کا مقصد صرف قدس کے سیاسی وڈیموگریفک صورتحال کو تبدیل کرنا ہی نہیں ہے، بلکہ ان کا اصل مقصد اس شہر کی عرب واسلامی

شناخت کومٹانا اوراسے یہودی شناخت میں تبدیل کرنا ہے، یہ لوگ تعلیم کو بھی تاریخی ودینی لحاظ سے یہودی شکل دینا چاہتے ہیں۔

اخیر میں خاتمہ میں مصنف نے اُن نتائج کا ماحصل بیان کیا ہے جن تک وہ اس مطالعہ کے دوران پہنچا تھا، اور بالکل اخیر میں مراجع وماخذ بیان کئے گئے ہیں، اس مطالعہ کو صحیح رخ پر پیش کرنے میں یہ تمام عربی وانگریزی ماخذ بڑے معاون ثابت ہوئے، یہ ماخذ بھی مختلف نوعیت کے ہیں، ان میں سے کچھ وثائق ہیں، کچھ تاریخی کتابیں اور کچھ ڈائریاں اور یادداشتیں ہیں۔

اس مطالعہ کے دوران میں نے سب سے پہلے وثائق، ارقام اور نصوص کا سہارا لیا، یہ وثائق شہر قدس کی سیاسی، معاشی اور معاشرتی تاریخ کے بہت بڑے حصہ کا احاطہ کئے ہوئے ہیں، میں نے شروع سے اخیر تک ان نصوص اور وثائق سے سہارا لیا تاکہ یہ مطالعہ ایسے حقائق پر مبنی ہو جو وثائق سے ثابت ہوں، میں نے مؤثر سیاست داں اور مؤرخین کی لکھی ہوئی ڈائریوں سے بھی استفادہ کیا ہے، یہ وہ حضرات ہیں جنہیں واقعات کا صحیح اور مکمل علم تھا، میں نے سرکاری وثائق کا بھی استعمال کیا ہے، میری کوشش یہ تھی کہ اس موضوع پر موجود مختلف ومتنوع ماخذ ومراجع کو میں جمع کرسکوں۔

اس مطالعہ کو پیش کرکے کوشش یہ کی گئی ہے کہ اس کے مثل دوسرے مطالعوں اور تحقیقات کے دروازے کھل جائیں، خصوصاً اُن ذرائع ووسائل کا مطالعہ کیا جائے جنہیں یہودی خفیہ طور پر اختیار کررہے ہیں تاکہ وہ شہر قدس کو یہودی بناسکیں، اس مطالعہ کے ذریعہ مختلف موضوعات پر غور وخوض کا دروازہ کھولا گیا ہے، مثلاً اس بات پر غور کیا جائے کہ یہودیوں کی ان کوششوں کا مقابلہ کرنے کے لئے عوام میں بیداری لانے کے سلسلہ میں عرب واسلامی تنظیموں کا کردار کیا ہے، اسی طرح اس بات پر بھی غور کیا جائے کہ صہیونیوں کے ان تمام منصوبوں اور سرگرمیوں کو کس طرح میڈیا اور دیگر ذرائع کے ذریعہ پوری دنیا کے سامنے لایا جائے، ان مسائل

کو پختگی وسنجیدگی (Maturity) کے ساتھ حل کرنے کے لئے عربوں کو کس طرح تربیت دی جائے۔

اس مطالعہ میں مغرب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ وہ اپنی متشدد اور غلط آراء پر بھی از سر نو غور کریں، یہ آراء ان کے یہاں صرف اس لئے پیدا ہو گئی ہیں کیونکہ میڈیا پر صہیونی لابی قابض ہے، اور اسی وجہ سے اسرائیل کو مغرب میں بڑی حمایت اور تائید حاصل ہے، سب سے تکلیف دہ بات تو یہ ہے کہ دنیا نے عربوں کی تکلیفوں اور ان پر ہونے والی زیادتیوں سے تجاہل عارفانہ اختیار کر رکھا ہے، پوری دنیا وہی سنتی اور سمجھتی جو اسے یہودی دکھاتے اور سمجھاتے ہیں۔

اخیر میں میں ہر اس شخص کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جس نے اس کتاب کی تکمیل میں کسی بھی طرح سے میری مدد کی، اس کتاب کی تالیف کے ذریعہ میرا مقصد (رضائے الٰہی کے حصول کے بعد) صرف یہی ہے کہ صہیونیوں کے ناپاک و مذموم عزائم و منصوبوں کا انکشاف کیا جائے، **و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والله ولي التوفيق۔**

پہلی فصل:

نصوص اور تاریخ

''اگر کسی دن یہودی قدس پر قابض ہوگئے، اور میں اس دن باحیات رہا اور کچھ بھی کرنے کی صلاحیت اپنے اندر محسوس کرسکا تو سب سے پہلے ان تمام چیزوں کو ختم کردوں گا جو یہودیوں کے یہاں مقدس نہیں ہیں، نیز برسوں سے جو آثار قدیمہ موجود چلے آرہے ہیں انہیں نذر آتش کردوں گا''!!

ہرتزل، بانی تحریک صہیونیت

اول: عمومی پس منظر:

لفظ ''قدس'' (۱) اور اس شہر کا آغاز ہی اس بات پر دال ہے کہ یہ شہر درحقیقت عربی ہے اور عرب خصوصیات کا حامل ہے، جب ہم شہر قدس کی طویل تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس قدیم شہر سے یہودیوں کا رشتہ بہت ہی عمومی رہا ہے، وقفہ وقفہ سے مختلف سالوں میں وہ اس شہر میں آکر آباد ہوئے ہیں، جیسا کہ وہ بعد کے دنوں میں وقفہ وقفہ سے دنیا کے مختلف علاقوں میں آباد ہوتے رہے ہیں (۲)، صہیونیوں (۳) کا یہ دعوی کہ شہر یروشلم (قدس) کی بنیاد زمانۂ قدیم میں یہودیوں نے رکھی تھی، بالکل درست نہیں ہے۔

یہ علمی طور پر ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ لفظ ''یروشلم'' عرب کنعانی زبان سے ماخوذ ہے، یہ درحقیقت کنعانی زبان کے دولفظوں کا مرکب ہے: ''یوری''، جس کے معنی ''شہر'' کے ہیں، اور ''شلیم''، جو کنعانیوں کے ایک خدا کا نام تھا اور جس کے معنی ''امن وآشتی'' کے ہیں۔

نقشہ نمبر(۱-۱)

نقشہ شہر قدس

فلسطین کے سب سے قدیم نام ''کنعان'' کی طرف پہلا اشارہ تل العمارنۃ (۴) کی کھدائی کے دوران پایا گیا، تل العمارنہ کا زمانہ پندرہ صدی قبل مسیح کا ہے، اس کھدائی کے دوران جو نام پایا گیا وہ کیناہی (Kinahi) یا کیناہنا (Kinahna) ہے، اور ان دونوں کی اصل ''کنعان'' (Kana'an) ہے۔ اس کھدائی سے مزید یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نام ان شہروں کے لئے استعمال ہوتا تھا جو نہر اردن کے مغرب میں واقع ہیں، شام بھی ان میں سے ایک شہر ہے، توریت میں لفظ ''کنعان'' کا استعمال انہی شہروں کے لئے کیا گیا ہے، اس سے قاری کو واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ یہودیوں کی مقدس کتاب (۵) توریت کا بھی اعتراف یہی ہے کہ فلسطین یہودیوں کا شہر نہیں ہے، یہودی حضرت یوشع بن نونؑ کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے اس شہر میں داخل ہوئے تھے (٦)۔

اس جانب مصنف ڈی ایل کارنیو نے بھی اشارہ کیا ہے: ''... معاصر فلسطینی ہی صاحب حق ہیں، کنعانی ہی ہمیشہ سے فلسطین کے باشندے رہے ہیں، اسرائیل درحقیقت ایک چھوٹا سا قبیلہ تھا جس نے کنعان پر قبضہ کرنے کے لئے اس پر حملہ کیا تھا، کنعان کا نام بعد میں

فلسطین رکھا گیا'' (۷)۔مصنف جوزف ریان کا کہنا ہے کہ: ''صہیونی دلائل اور حجتوں کے پیش نظر بعض حلقوں میں یہ تاثر قائم ہوگیا ہے کہ فلسطین کی قابل ذکر اور اہم تاریخ ۷۰ء میں رک گئی تھی، یہ تاریخ دوبارہ اس وقت شروع ہوئی جب تھیوڈ ہرتزل (۸) کی قیادت میں صہیونی تحریک کا آغاز ہوا۔''

درحقیقت مسجد اقصی (۹) میں حضرت سلیمانؑ کی تعمیر کردہ عمارت کی ایک اینٹ بھی باقی نہیں رہ گئی ہے، وہ ہیکل جسے حضرت سلیمانؑ نے تعمیر کیا تھا (The Temple of Solomon) منہدم اور خاکستر ہو چکا ہے (۱۰)۔حضرت سلیمانؑ کی وفات کے تین صدیوں بعد اس ہیکل کے پتھر وہاں سے منتقل کئے جا چکے ہیں، یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نبوخذ نصر (Nebuchadnezzar) (۶۰۵-۵۶۲ق م) نے ۵۸۹ قبل مسیح میں شہر قدس پر حملہ کیا تھا (۱۱)، اسی طرح تیطس (Tituus) نے ۷۰ء میں اس معبد کو نذر آتش کر دیا تھا جسے ہیرودس (Herod) نے ۲۰ قبل مسیح میں تعمیر کیا تھا، اور اس کے پتھر کہیں دور لے جا کر پھینک دیئے تھے (۱۲)۔

یہودی مورخ جوسیفوس فلیویس (Josephus Flavius) (۱۳) نے قدس کا تذکرہ کرتے ہوئے ہیکل کے بارے میں کچھ بھی ذکر نہیں کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس ہیکل کو تیطس نے منہدم کر دیا تھا اس کا کچھ بھی نام ونشان باقی نہیں رہ گیا تھا، ۱۳۵ء سے اسلامی فتح تک قدس میں یہودیوں کو رہنے کی اجازت حاصل نہ تھی (۱۴)۔

تاریخی حق (Historical Right) کے اعتبار سے سرزمین فلسطین کے سب سے زیادہ حقدار عرب فلسطینی ہیں، وہی اس سرزمین کے حقیقی مالک (Legitimate Owner of the Land) ہیں جو یہاں ہزاروں سال سے سکونت پذیر ہیں، بشکل مملکت فلسطین میں یہودیوں کا وجود محض ایک عارضی وجود ہے، یہ وجود ایک بہت ہی مختصر مدت کے لئے ہے جس کی

ان ہزاروں سال کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہیں جو عربوں نے فلسطین میں گذارے ہیں (۱۵)۔

برطانوی مورخ ارنالڈ ٹوئینبی (Arnald Toynbee) نے لکھا ہے: ''قانونی اعتبار سے تمام تر اسرائیلی مملکت درحقیقت ہمیشہ سے ان عرب فلسطینیوں کی ملکیت رہی ہے جنہیں وہاں سے زبردستی نکال دیا گیا ہے، اور مستقبل میں بھی یہ ہمیشہ عرب فلسطینیوں کی ہی ملکیت رہے گی''(۱۶)۔

یہودی مصنف الفرید لیلنتال (۱۷) نے بھی یہی بات کہی ہے کہ ''کنعانی ہی وہ پہلے لوگ ہیں جو فلسطین آئے، اس کے بعد دوسرے عرب قبائل آئے، پھر اس کے بعد عبری قبائل آئے (۱۸)۔ بلکہ ہرتزل کے بعد دوسری سب سے بڑی صہیونی شخصیت میکس نورڈو (Max Nordo) (۱۹) کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ جب اسے فلسطین میں عربوں کے سب سے پہلے وجود کا پہلی مرتبہ علم ہوا تو اس نے ہرتزل کے سامنے اپنے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''مجھے اس بات کا تو علم ہی نہیں تھا، ہم لوگ درحقیقت ظلم کررہے ہیں''(۲۰)۔ ان ساری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قدس ہمیشہ سے عرب خصوصیات کا حامل رہا ہے، فلسطین میں یہودیوں کا وجود محض عارضی رہا ہے، جس کی عمر حضرت داؤدؑ (۲۱) وسلیمانؑ (۲۲) کے دور میں صرف ۷۰ سال یا ۷۹ سال رہی ہے (۲۳)۔ اسی طرح تاریخی دلائل سے یہ ثابت ہے کہ حضرت داؤدؑ کی حکومت صرف فلسطین کے شمال میں واقع ''دان'' (تل القاضی) سے لے کر اس کے جنوبی علاقہ ''بئر السبع'' تک ہی پر قابض ہوسکی تھی، فلسطینی ساحل کے کسی علاقہ یا شمالی فلسطینی شہر الجلیل میں یہودی کبھی بھی سکونت پذیر نہیں ہوئے، البتہ تل القاضی کے پاس ایک چھوٹے سے علاقہ میں وہ ایک مختصر مدت کے لئے موجود تھے، تاریخی دلائل سے یہ ثابت ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت داؤد اور شاؤول (Saul) (اور قرآن کے مطابق طالوت) یکساں تھے، حضرت داؤدؑ ایک شہنشاہ وحکمراں تھے جو اسرائیلی قبائل کے اتحاد کے سردار تھے جو فلسطین کے بلندی والے علاقوں میں

سکونت پذیر تھا۔

گذشتہ گفتگو سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہودیوں نے مختلف اوقات میں فلسطین پر حملہ کیا ہے تاکہ اس پر اپنا تسلط قائم کرسکیں اور وہاں رہائش اختیار کرسکیں، اس دوران کبھی تو وہ لمبے عرصہ کے لئے مسلسل فلسطین میں سکونت پذیر ہوئے اور کبھی بہت چھوٹے چھوٹے عرصہ کے لئے غیر مسلسل انداز میں مقیم ہوئے۔

اگر فلسطین میں عربوں کے تاریخی صورت حال کا وہاں کے یہودیوں کے تاریخی صورت حال سے موازنہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ عرب فلسطین پر گذشتہ پانچ یا سات ہزار سال سے مسلسل قابض ہیں، اس عرصہ میں ایک دن کا بھی انقطاع نہیں ہوا، جبکہ فلسطین میں یہودیوں کی مختلف چھوٹی چھوٹی حکومتیں مختصر مختصر مدت کے لئے قائم ہوئیں، اور پھر وہ برسہا برس کے لئے معدوم ہوگئیں، پھر یہ حکومت ۱۹۴۸ء میں برطانوی استعمار، یوروپ اور امریکہ کی مدد سے دوبارہ قائم ہوئی ہے، یہ بات قابل ذکر ہے کہ اُس مقدس وعدۂ الٰہی کا کوئی اعتبار نہیں جو صدیوں تک روپوش ہوگئی ہو اور جس کا تاریخ میں کوئی ذکر نہ ملے (۲۴)۔

دوم: اعداد وشمار:

آغاز سے ہی صہیونی فکر اور آئیڈیالوجی کا صرف ایک ہی مقصد رہا ہے کہ فلسطینی عوام کی بالکلیہ نفی کی جائے، انہیں فلسطین سے نکال دیا جائے اور دنیا کے مختلف علاقوں سے یہودیوں کو لاکر وہاں آباد کردیا جائے، ان کا بنیادی منصوبہ یہ تھا کہ جتنی زیادہ فلسطینی سرزمین پر قابض ہونا ممکن ہو ان پر قابض ہوجایا جائے اور مختلف طریقوں سے فلسطینی عوام کو اپنی زمین اور گھروں کو چھوڑنے پر مجبور کیا جائے اور پھر ان جگہوں اور علاقوں کی جانب یہودیوں کی ہجرت کرائی جائے (۲۵)۔

گوشوارہ نمبر (۱-۱)

۱۸۸۲ء سے ۱۹۴۴ء کے درمیان فلسطین کی طرف یہودیوں کی ہجرت کے مختلف مراحل

نمبر شمار	ہجرت کے مختلف مراحل	سال	تعداد
۱	پہلا مرحلہ	۱۸۸۲-۱۹۰۳	۲۵۰۰۰
۲	دوسرا مرحلہ	۱۹۰۴-۱۹۱۴	۳۵۰۰۰
۳	تیسرا مرحلہ	۱۹۱۹-۱۹۲۳	۳۵۰۰۰
۴	چوتھا مرحلہ	۱۹۲۴-۱۹۳۱	۸۵۰۰۰
۵	پانچواں مرحلہ	۱۹۳۲-۱۹۴۴	۲۶۵۰۰۰

(ماخذ: سعید حمادہ، مصنف، النظام الاقتصادی فی فلسطین، سیریز معاشی علوم، حلقہ ۱۱ (بیروت: امریکن یونیورسٹی آف بیروت، ۱۹۳۹) ص: ۳۰

فلسطینی جغرافیہ داں خلیل تفکجی (رکن جمعیۃ الدراسات العربیۃ فی القدس) کہتے ہیں:
''ہمارے علم میں یہ بات رہنی چاہئے کہ اسرائیلی سلطنت کے قیام سے پہلے قدس میں یہودی علاقہ کی مساحت پانچ ہزار میٹر سے زیادہ نہیں تھی، اوران کی آبادی صرف ۹۰ خاندانوں پر مشتمل تھی، اس کے باوجود فلسطین میں اس وقت کی برطانوی حکومت اور صہیونی قائدین نے بالاتفاق شہر قدس کی حدیں اس طرح طے کیں کہ اس میں مزید نئے یہودی علاقوں کو ضم کرنا ممکن ہو سکے، لہذا جولائی ۱۹۴۸ء میں شہر کی تقسیم اس طرح کی گئی کہ اس کا مشرقی علاقہ عربوں کو دیا گیا اور مغربی علاقہ یہودیوں کو دے دیا گیا'' (۲۶)۔

گوشوارہ نمبر(۱-۲)

۱۹۴۵ء تک فلسطین کے مختلف علاقوں میں زمین کی ملکیت کا تناسب

علاقہ	عرب ملکیت (٪)	یہودی ملکیت (٪)	شاہی ملکیت (٪)
صفد	۶۸	۱۸	۱۴
عکا	۸۷	۳	۱۰
طبریا	۵۱	۳۸	۱۱
الناصرہ	۵۲	۲۸	۲۰
حیفا	۴۲	۳۵	۲۳
بیسان	۴۴	۳۴	۲۲
طولکرم	۸۷	۱۷	۹
الرملہ	۸۴	۱۴	۹
القدس	۹۶	۳	۳
الخلیل	۷۵	۱	۳

(ماخذ: الاحصاءات الریفیۃ، برطانوی فلسطینی حکومت ۱۹۴۵)

گوشوارہ نمبر(۱-۳)

۱۹۴۸ء میں فلسطینیوں کے ہاتھ سے نکل جانے والی زمین کا قبضہ

۱۷,۱۸۰,۰۰۰ ایکڑ		اتنی زمینوں پر صہیونی فوجوں نے قبضہ کرلیا
۱۱,۴۶۵,۰۰۰ ایکڑ		عرب سرزمین جن پر عرب باقی رہے

۱۱,٦١٧,٠٠٠ ایکڑ		وہ زمین جس کے مالک یہودی تھے، برطانوی مینڈیٹ ریکارڈ کے مطابق
۱۲۰,۸۵۰,۰۰۰ ایکڑ		اسرائیل کی ۹۲٪ زمین درحقیقت فلسطینی زمین ہے

ماخذ: Sami Hadawi, Village Statistics, 1945: A Classification of Land and Area Ownership in Palestine, Facts and Figures; no 34 (Beirut: Palestine Liberation Organisation Research Center, 1970).

۱۹٦۷ء میں مشرقی قدس پر غاصبانہ قبضہ کرنے کے بعد سے اسرائیل نے شہر قدس کو یہودی رنگ میں رنگنے کے لئے بہت سارے طریقے اپنائے، ساتھ ہی انہوں نے یہ اسٹریٹیجی اختیار کی کہ وہ فلسطین کی زیادہ سے زیادہ زمین پر اس طرح قابض ہوں کہ وہاں عرب آبادی کم سے کم ہو۔

اس اسٹریٹیجی اور مقصد کے پیش نظر اسرائیل نے روزانہ یہ سوچنا اور اس پر عمل کرنا شروع کر دیا کہ شہر قدس کو کس طرح ایک نئی شکل دے دی جائے، اس کے نقشہ کو تبدیل کر دیا جائے، اور وہاں کی آبادی کے تناسب میں تبدیلی کی جائے (۲۷)، اس کے لئے اسرائیل نے بہت سارے نت نئے طریقے اپنائے جن کا ذکر تفصیل کے ساتھ بعد میں کیا جائے گا۔

سوم: مختلف منظّم طریقۂ کار:

۱- ۱۹٦۷ء کی جنگ کے بعد کے ابتدائی دنوں میں شہر قدس کے مشرقی حصہ پر یہودیوں کے قابض ہونے کے بعد اعلان کیا گیا کہ اس شہر کے حدود کو وسیع اور یکجا کیا جائے (۲۸)، اس کے بعد ایک نئی یہودی بستی/علاقہ قائم کرنے کے لئے عملی طور پر اقدامات کئے جانے لگے، لہذا غاصب قوت نے حی المغاربہ (۲۹) کے کچھ حصہ کو منہدم کر دیا، اس علاقہ کے حقیقی مالک افراد کو

وہاں سے نکال دیا گیا، انہیں اتنا بھی موقع نہیں دیا گیا کہ اپنے گھروں سے اپنا سامان نکال سکیں، ان یہودیوں نے حی الشرف کے بہت سارے لوگوں کو بھی ان کے گھروں سے نکال باہر کیا، حی الاشرف ایک قدیم عرب بستی ہے، اسی طرح شہر قدس کی نئی حد بندی (Redemarcation of the Borden) (۳۰) کے بعد یہودیوں نے بہت ساری عرب بستیوں کو مکمل طور پر شہر قدس سے الگ کر دیا، اس کے بعد یہودی بستی کو مزید وسیع کیا گیا، اور بہت سارے نئے یہودی علاقے قائم کئے گئے، جس کے نتیجہ میں ہزاروں یہودی ان علاقوں میں آ کر آباد ہو گئے، ان علاقوں سے عرب عوام کو نکالنے کی ذمہ داری یہودی کمپنی "اعمار الحی الیھودی" نے لی (۳۱)، شہر قدس کے بہت اندرون تک کے علاقوں سے بھی عرب مسلمانوں کو نکالا گیا (۳۲)، اس جانب اشارہ کافی ضروری ہے کہ شارون نے شہر قدس کو یہودی رنگ میں رنگنے کا منصوبہ بنایا تھا، اس منصوبہ کا انکشاف روزنامہ معاریف نے ۸ رمئی ۱۹۹۱ء کو کیا تھا، شارون کا منصوبہ یہ تھا کہ شہر قدس میں یہودی نوآبادیات بہت بڑی تعداد میں قائم کی جائیں تا کہ وہاں کم از کم دس لاکھ یہودی آباد ہو سکیں۔

۲- ۲۵ جون ۱۹۶۷ء میں اسرائیلی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ مقبوضہ شہر قدس پر اسرائیلی قانون نافذ کیا جائے، اس سیاسی فیصلہ کو قانونی شکل دینے کے لئے اور اسے نافذ کرنے کے لئے اسرائیلی پارلیمنٹ نے اپنے قانون میں آرٹیکل ب کا اضافہ کیا (۳۳)۔

۳- ۲۷ جون ۱۹۶۷ء میں اسرائیلی کنیسٹ (پارلیمنٹ) نے تین ایسے قوانین کو منظوری دے جن سے شہر قدس اور دیگر مقدس مقامات کی عظمت بہت متاثر ہوئی (۳۴)، یہ قوانین انٹرنیشنل قوانین کی کھلی خلاف ورزی کے مترادف تھے، ان قوانین کے ذریعہ صرف ایک فریق (اسرائیل) کی جانب سے موجودہ صورت حال کو کالعدم قرار دے دیا گیا، ساتھ ہی اسرائیلی حکومت نے ان قوانین کے ذریعہ شہر قدس پر ہاتھ ڈال دیا تا کہ ایک دوسری نئی صورتحال

پیدا کی جاسکے، حالانکہ ویسا کرنا درست نہیں تھا، البتہ اس نئی صورتحال نے امن مذاکرات کے لئے ایک بنیاد فراہم کردی۔

ان تین قوانین کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

الف- اسرائیلی قانون کو تمام شہر قدس پر نافذ کیا جائے۔

ب- قدس میونسپلٹی کے حدود کو ساڑھے چھ کلومیٹر سے بڑھا کر بہتّر کلومیٹر کردیا جائے اور اس میں فلسطینی زمینوں کو شامل کرلیا جائے، شہر بیرہ کے جنوب میں واقع شمال قلندیا کے علاقہ ''القدس الموحدۃ'' سے لیکر جنوب میں واقع صور باہر (بیت لحم اور بیت ساحور کے شمالی اور مشرقی شمالی حدود) تک کے علاقہ کو اسرائیلی قدس میونسپلٹی میں شامل کرلیا جائے، شہر قدس کی عرب میونسپلٹی (امانة القدس) (۳۵) کو تحلیل کردیا جائے، اور پورے قدس شہر کو (اس کو وسعت دینے کے بعد) اسرائیلی قوانین اور میونسپلٹی کے حوالہ کردیا جائے، اور اس کا ذمہ دار شہر قدس کے یہودی گورنر تیدی کولیک (۳۶) کو بنایا جائے۔

ج- مقدس مقامات کی حفاظت سے متعلق ایک قانون نافذ کیا گیا، جس کے مطابق تمام مذاہب کے ماننے والوں کو عبادت کرنے اور مقدس مقامات تک رسائی حاصل کرنے کی آزادی دی گئی، اسرائیلی وزیر برائے مذاہب کو اس قانون کو نافذ کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی، لیکن یہ قانون عملی طور پر نافذ نہیں ہوا، درحقیقت اس قانون نے اسرائیل کو شہر قدس پر مکمل تسلط اور قیادت وسیادت عطا کردی، حالانکہ اس قانون میں قیادت وسیادت کے مسئلہ کی جانب ذرا بھی اشارہ نہیں کیا گیا تھا (۳۷)۔

۴- غاصب قوتیں فلسطینی زمینوں پر فرضی رئیل اسٹیٹ (Real Estate) کمپنیوں کے ذریعہ اور خاص طور پر ''وحدة أيعوم'' کے ذریعہ سے قابض ہورہی تھیں، ''وحدة أيعوم'' ایک یونٹ تھی جو ''إدارة أراضى إسرائيل'' کے تحت آتی تھی، اس یونٹ کا کام یہ تھا

کہ فلسطینی شہریوں کو شہر قدس میں اپنی زمینیں اور مکانات فروخت کرنے پر آمادہ کیا جائے، اس یونٹ نے کسی بھی فلسطینی شہری کو شہر قدس میں زمین خریدنے یا اپنی زمین میں اضافہ کرنے نہیں دیا (۳۸)، قدیم شہر (البلدۃ القدیمہ) کی تقریباً بیس فیصد زمینیں ضبط کرلی گئیں جس کی وجہ سے ۵۰۰۷ سے زائد لوگوں کو شہر قدس چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا، اس یونٹ نے قدیم شہر کی ۶۳۰ جائدادیں ضبط کرلیں اور ۱۳۵ جائدادوں کو منہدم کردیا (۳۹)۔

گوشوارہ نمبر (۱-۴) سے واضح ہوتا ہے کہ ستمبر ۱۹۶۷ء کے بعد اسرائیلی انتظامی تقسیم کے مطابق شہر قدس چھوڑنے والوں کی تعداد ۲۳۱۹۳ تک پہنچ گئی تھی، اس تعداد میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اسرائیلی مردم شماری (Census) کے دوران شہر یا ملک کے باہر موجود تھے، ان دونوں ہی شکلوں میں ایسے لوگوں کو شہر قدس میں قیام کرنے کے حق سے (اسرائیلی قوانین قیام ورہائش کے تحت) محروم کردیا گیا۔

گوشوارہ نمبر (۱-۴)
مشرقی قدس کو ضم کرنے کے بعد وہاں کی آبادی اور جون ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد گھربار چھوڑنے والوں کی تعداد

علاقہ	اردن اعداد وشمار (نومبر ۱۹۶۱)	اسرائیلی اعداد وشمار (ستمبر ۱۹۶۷)	آبادی اندازہ ۱۹۶۷ (بنیادی سال ۱۹۶۱)	شہر میں آبادی کی نقل وحرکت (ستمبر ۱۹۶۷)	وزارت برائے مقبوضہ اراضی امور کے مطابق گھربار چھوڑنے والوں کی تعداد (۱۹۷۳)

مشرقی قدس، اسرائیلی انتظامی تقسیم کے مطابق	۷۵۶۴۶	۶۵۸۵۷	۸۹۰۵۰	(۲۳۱۹۳)	۱۴۷۰۴
مشرقی قدس میں ضم کئے گئے علاقوں کی آبادی	۱۵۱۵۸	۲۱۴۸۸	۱۷۹۲۴	۳۵۶۴+	۴۵۰۶
الطّور	۴۲۸۹	۵۷۰۱	۵۶۷۲	۶۲۹+	۱۷۹۵
العیسویۃ	۱۱۶۳	۱۶۱۳	۱۳۵۷	۲۳۸+	۲۴۴
شعفاط	۲۵۴۱	۳۴۰۰	۳۰۰۵	۳۹۵+	۴۲۱
غرب بیت حنینا	۰۰۰	۳۶۰۹	-	-	۸۸۳
مطار قلندیا	۲۰۰۰	۱۱۲۳	۲۳۶۵	(۱۲۴۲)	۷۲
صور باہر اور اُم طوبا	۴۰۱۲	۴۷۱۰	۴۷۴۴	(۳۴)	۷۷۳
بیت صفافا، شرفات القسم الأردنی	۱۱۵۳	۱۳۳۲	۱۳۶۳	(۳۱)	۳۱۸
مشرقی قدس، حدود البلدیۃ (اردنی تقسیم)	۶۰۴۸۸	۴۴۳۶۹	۷۱۵۲۶	(۲۷۱۵۷)	۱۰۱۹۸
قدیم شہر	۳۶۸۰۱	۲۳۶۷۵	۴۳۵۱۶	(۱۹۸۴۱)	۰۰۰
جدید شہر	۲۳۶۸۷	۲۰۶۹۴	۲۸۰۱۰	(۷۳۱۶)	۰۰۰

(ماخذ: صلاح الصوبانی، **الأوضاع الديمغرافية فی مدينة القدس تحت الاحتلال الاسرائيلی، صامد الاقتصادی**، عدد ۸۵ (جولائی-ستمبر ۱۹۹۱) ص: ۱۵۶)

۵- غاصب اسرائیلی حکومت کی جانب سے نمبر شماری (Census) کرانے کے بعد شہر قدس کے ہزاروں شہری شناختی کارڈ (Identity) کے حصول سے محروم کر دیئے گئے، کیونکہ مختلف اسباب کی بنیاد پر وہ شہر قدس کے حدود سے باہر آتے تھے، جس شام یہودیوں نے شہر قدس پر قبضہ کیا، انہوں نے وہاں سے تقریباً ۶۵۰۰ فلسطینی شہریوں کو نکال دیا جو الحی الیہودی (یہودی علاقہ) میں آباد تھے (۴۰)۔

۶- اردنی قوانین کو کالعدم قرار دے دیا گیا اور ان کی جگہ اسرائیلی قوانین کو نافذ کر دیا گیا، اسی طرح اردنی عدالتوں کو بھی بند کر دیا گیا۔

۷- غاصب اسرائیلی حکومت نے شہر قدس کے بہت سارے شہریوں سے ان کے شناختی کارڈ چھین لئے، تاکہ انہیں خود ان کے شہر میں داخل ہونے اور اس میں قیام کرنے کے جائز حق سے محروم کیا جا سکے، ۱۹۷۴ء کے اسرائیلی قانون (۱۱/أ) کے مطابق ''جو شخص بھی مسلسل سات سال ملک سے باہر قیام کرے گا وہ قدس میں ہمیشہ قیام کرنے کے حق سے محروم ہو جائے گا''۔

اسرائیل نے قدس کے شہریوں سے ان کے شناختی کارڈ واپس لے لئے حالانکہ انہوں نے قوانین اور احکامات کے خلاف کچھ بھی نہیں کیا تھا (۴۱)۔

۸- جو بچے شہر قدس کے باہر پیدا ہوئے تھے انہیں دائمی قیام کے لئے شناختی کارڈ فراہم کرنے سے غاصب اسرائیلی حکومت نے منع کر دیا، اسرائیل نے مختلف طریقوں سے فلسطینیوں کو خاموشی کے ساتھ شہر قدس سے نکالنے کی پالیسی اختیار کر رکھی ہے، اس کے لئے اس نے بہت سے قوانین نافذ کئے ہیں اور مختلف احکامات جاری کئے ہیں، شہر قدس میں اسرائیل کی یہ پالیسی ۱۹۶۷ء سے آج تک قائم ہے، اسرائیل ایک ایسی فضا قائم کرنے کے لئے کوشاں ہے کہ جس کے بعد قدس پر اسرائیلی قیادت وسیادت کو چیلنج نہ کیا جا سکے۔

۹- غاصب اسرائیلی حکومت نے تمام عرب اداروں اور ڈپارٹمنٹس کو کالعدم قرار دے

دیا، صرف ایک ادارہ کو شہر قدس سے باہر منتقل کیا گیا، ۱۹۴۸ء میں ہی پانی اور فون کے نٹورک کو مغربی قدس سے جوڑا جا چکا تھا، اور عرب اداروں کو اسرائیلی اداروں سے ملحق کر دیا گیا تھا، ایسے قوانین بنائے گئے جن کے تحت عرب پیشہ ور لوگوں اور کام کرنے والوں کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا کہ وہ اسرائیلی اداروں اور تنظیموں کے ساتھ کام کریں (۴۲)۔

۱۰- ۱۹۶۸ء میں قدیم شہر کے فصیلوں کے باہر اسرائیلی حکومت نے زبردستی زمینیں ضبط کرنا شروع کر دیں تا کہ وہاں پر اسرائیلی نو آبادیات (Colonies) قائم کی جا سکیں، لہذا شیخ جراح اور وادی الجوز کی بہت ساری زمینوں پر زبردستی قبضہ کر کے ان پر یہودی نو آبادیات قائم کر دی گئیں، یہ نو آبادیات ہیں: رامات اشکول، غفعات، ہامینار، معالوت دافنی، التلۃ الفرنسیۃ وغیرہ (۴۳)۔

۱۱- ۱۹۶۹ء میں گریٹر قدس پروجیکٹ کی تفصیلات سامنے آئیں، اس ضمن میں تقریباً ۱۵ نو آبادیات (Clonies) قائم کی گئیں، یہ شہر قدس کے گرد دوسری نو آبادیاتی بیلٹ تھی، اسرائیل کی کوشش یہ ہے کہ گریٹر شہر قدس کی ایک ایسی شناخت بنائی جائے کہ وہاں سے اسلامی شناخت پورے طور پر ختم ہو جائے، وہاں یہودی آبادی کثرت میں آ جائے اور مسلم آبادی یہودی آبادی کے مقابلہ میں بہت کم نظر آنے لگے، گریٹر قدس پروجیکٹ کا مقصد یہ ہے کہ عرب علاقوں کو چاروں طرف سے یہودی علاقوں سے گھیر لیا جائے اور انہیں فصیل کے باہر دوسرے عرب علاقوں سے علاحدہ کر دیا جائے اور اس طرح ان عرب علاقوں میں آباد لوگ مجبور و پریشان ہو کر وہاں سے ہجرت کر جائیں۔

۱۲- ۱۹۷۱ء میں شموئیل نامیر نے اسرائیلی کنیسٹ (پارلیمنٹ) کے سامنے ''گریٹر قدس پروجیکٹ'' کا خاکہ پیش کیا، اس پروجیکٹ کے مطابق گریٹر قدس میں (وسیع کردہ شہر قدس کے علاوہ) فلسطینی کنارہ کے تین شہر اور ۲۷ گاؤں بھی شامل تھے، یہ شہر اور گاؤں وہ تھے جو بیت

لحم، بیت ساحور اور بیت جالا میں یا اس کے اردگرد واقع تھے، اس پروجیکٹ کے گرد کافی بحث ومباحثہ ہوا، اس میں کچھ تبدیلیاں بھی کی گئیں، لیکن یہ پروجیکٹ ''گریٹر قدس'' کے نام سے ہی باقی رہا، اس پروجیکٹ کا جدید نسخہ ''فوجی منصوبہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے، یہ ایک پُرامن نوآبادیاتی منصوبہ ہے جو اس بات کو لازمی قرار دیتا ہے کہ شہر قدس کی حدوں کو اس پہاڑ سے بھی آگے لے جایا جائے جس نے قدس کو گھیر رکھا ہے، لہذا اس کی حدوں کو شمال میں قلندیا تک، جنوب میں بیت لحم تک، مشرق میں معالیہ ادومیم تک اور مغرب میں معالیہ بعشمیا تک وسیع کردیا جائے، اور اس طرح اس کی مکمل مساحت تقریباً دو لاکھ ایکڑ ہوجائے (۴۴)۔

۱۳- اسرائیل کی تمام حکومتیں (خواہ وہ لیبر پارٹی کی حکومت رہی ہو یا لیکوڈ پارٹی کی) اس بات پر متفق رہی ہیں کہ شہر قدس کے فصیلوں کے باہر کثرت کے ساتھ نوآبادیات قائم کی جائیں (۴۵)، اسرائیل کی ہمیشہ سے یہ پالیسی رہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ زمینوں پر کم سے کم عرب آبادی کے ساتھ قبضہ کیا جائے (۴۶)۔ رحبعام زئیفی نے شہر قدس کے حدود اس طرح بیان کئے ہیں کہ ان میں ۲۸ عرب گاؤں آجائیں، اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا ہے کہ جس حد تک ممکن ہو ان گاؤں سے اجتناب کیا جائے جہاں عربوں کی آبادی زیادہ ہو (۴۷)، گوشوارہ نمبر (۱-۵) سے قدس (میونسپلٹی) میں ضم کئے گئے علاقوں میں یہودی نوآبادیات کا نقشہ واضح ہوجاتا ہے۔

قدس میونسپلٹی نے سرکاری طور پر اعلان کیا کہ ان کے پاس مخیم شعفاط علاقہ کو نئے سرے سے آباد کرنے اور ترمیم کرنے (Restoration) کا ایک وسیع منصوبہ ہے، پھر اسرائیلی اخبارات نے اس بات کا انکشاف کیا کہ درحقیقت اسرائیلی حکومت کا منصوبہ مخیم شعفاط کو مکمل طور پر نیست ونابود کردینے کا ہے، کیونکہ یہاں کے لوگوں نے تحریک انتفاضہ (۴۸) میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، نصف اکتوبر ۱۹۹۰ء میں اسرائیلی وزارتی کمیٹی برائے یہودی ایڈجسٹمنٹ نے ایک ایسے منصوبہ کو منظوری دی جس کے تحت مشرقی قدس میں تقریباً چالیس ہزار مکانات تعمیر کئے

جانے تھے(۴۹)۔

نقشہ نمبر(۱-۲)
فلسطینی پناہ گزینوں کی ہجرت کے راستے

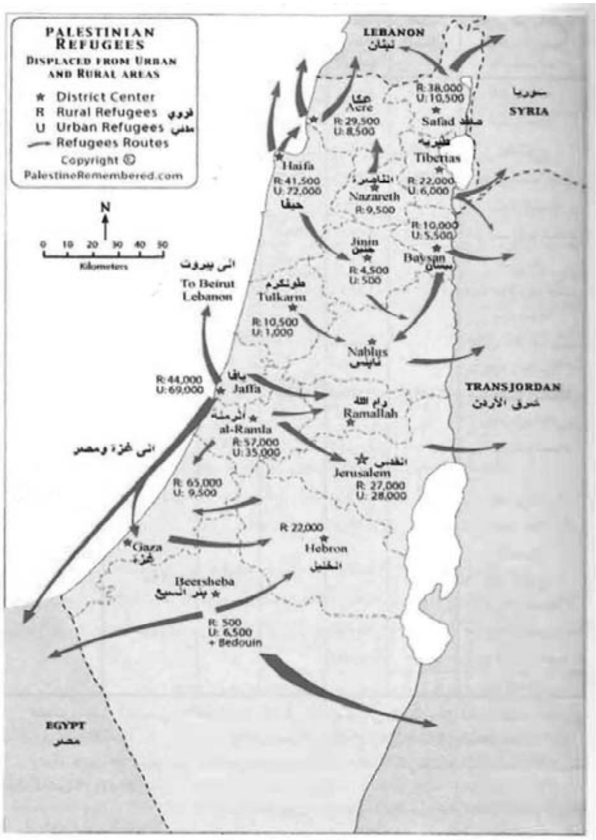

(ماخذ: فلسطینی جمعیت برائے اکادمی امور Palestinion Academic Society for the Study of International Affairs (PASSIA))

گوشوارہ نمبر (۱-۵)

قدس میں ضم کئے گئے علاقوں میں اسرائیلی نوآبادیات

علاقہ	سال قیام	مساحت (ایکڑ)	تعمیر شدہ مساحت (ایکڑ)	مکانات	آبادی	عرب گاؤں جن پر نوآبادیات قائم کی گئیں
التلۃ الفرنسیۃ	۱۹۶۸	۸۲۲	۸۰۰	۵۰۰۰	۶۵۰۰	لفتا، شعفاط
رامات اشکول	۱۹۶۸	۳۳۴۵	۳۹۷	۲۲۰۰	۶۶۰۰	لفتا، شعفاط
معلومات دفنا	۱۹۶۸	۳۸۹	۳۸۹	۱۱۸۴	۴۷۰۰	خلۃ نوح
نفی یعقوب	۱۹۶۸، ۱۹۸۰	۱۸۳۵	۹۰۸	۳۸۰۰	۱۹۳۰۰	حزما، بیت حنینا
الحی الیہودی	۱۹۶۸	۱۱۶	۱۰۵	۶۵۰	۲۴۰۰	البلدۃ القدیمۃ
رامات آلون	۱۹۷۲	۴۸۴۰	۲۸۷۵	۸۰۰۰	۳۷۲۰۰	نفتا، بیت اِکسا، شعفاط
تالبیوت الشرقیۃ	۱۹۷۰	۲۲۴۰	۱۰۷۱	۴۴۰۰	۱۵۰۰۰	صور باہر
غیلو	۱۹۷۱	۲۷۴۳	۲۴۷۵	۷۴۸۴	۳۰۲۰۰	بیت جالا، شرفات، بیت صفایا
عطروت	۱۹۷۰	۱۳۶۰	۱۱۵۸	انڈسٹریل ایریا		قلندیا، الرام، بیت حنینا، بیر نبالا
بسغاط زئیف اور بسغاط عومر	۱۹۸۰	۴۶۲۷	۱۲۸۱	۷۴۳۸	۳۵۲۰۰	بیت حنینا، شعفاط، حزما، عناتا

تلۃ شعفاط	۱۹۷۰	۱۱۹۸	۰۰۰	پروجیکٹ ۲۱۶۵	۲۰۰۰ متوقع	بیت حنینا، شعفاط
غفعات ہماتوس	۱۹۹۱	۹۸۰	۰۰۰	پروجیکٹ ۳۶۰۰		بیت صفافا، بیت جالا
الجامعۃ العبریۃ	۱۹۲۴	۷۴۰	۰۰۰	۰۰۰	۲۵۰۰	العیسویۃ
ماميلا پروجیکٹ (قریۃ داؤد)	۱۹۷۰	۱۳۰				باب الخلیل، حی الشجاعیۃ
جبل ابو غنیم	۱۹۹۱	۱۹۹۲	۰۰۰	۶۵۰۰ پروجیکٹ	۳۵۰۰۰ متوقع	بیت لحم، بیت ساحور، أم طوبا، صور باہر

(ماخذ: خلیل التفکجی، الاستیطان الجغرافی والدیمغرافی وأخطاره فی قضیة القدس، ویب سائٹ شہر قدس، (http://www.alquds-online.org/index.php?s=m&ss=17&id=28)
خالد عاید، الاستیطان فی جبل أبو غنیم وما یتجاوز، الدراسات الفلسطینیة، عدد ۳۱ (ستمبر ۱۹۹۷، ص ۱۱۹)۔

۱۴- قدس کی عرب معاشیات کو یہودی رنگ دینے کی کوشش: عرب معاشیات کو ختم کرنے اور اسے رفتہ رفتہ اسرائیلی معاشیات میں ضم کرنے کے سلسلہ میں غاصب حکومت نے بہت سے طریقے اور حربے اختیار کئے (۵۰)، اسرائیلی حکومت نے مغربی کنارہ کے تمام عرب شہروں اور گاؤں کی زرعی اور صنعتی پیداوار اور دیگر سامانوں کے قدس کی منڈیوں میں داخل ہونے پر روک لگادی، حالانکہ تمام اسرائیلی سامان اور پیداوار بسہولت قدس کی منڈیوں تک پہنچ جاتے تھے، اسرائیلی حکومت نے عرب اور اسرائیلی تاجروں کے درمیان تجارت کو زبردستی جاری کروایا، تاکہ عرب پیداوار اور سامان پڑوسی ممالک کی منڈیوں تک نہ پہنچ سکیں (۵۱)۔

اسی طرح اقتصادی وسیاحتی سرمایہ کاری کے ذریعہ عربوں کو اس امر واقعہ کے اعتراف کرنے پر مجبور کیا جارہا ہے کہ قدس درحقیقت اسرائیل کی راجدھانی ہے، مرکزی ادارہ برائے اعدادوشمار (دائرة الاحصاء المركزية) کے مطابق ۲۰۰۷ء کے نصف اول کے مقابلہ میں ۲۰۰۸ء کے نصف اول میں نوآبادیاتی تعمیرات میں ۱۸ء ۸ گنا اضافہ ہوگیا ہے، اسرائیلی حکومت ان کثیر نوآبادیات کے ذریعہ "گرین لائن" (۵۲) (حدوں کی وہ لائن جو ۴ جون ۱۹۶۷ء کو طے ہوئی تھی) کو ختم کرنا چاہتی ہے تاکہ وہ اس سرزمین کو ایک نئی شکل دے سکے، اس وقت مشرقی قدس کے ۱۲ نوآبادیات میں تقریباً ایک لاکھ بانوے ہزار لوگ ناجائز اور غیر قانونی طریقے سے رہ رہے ہیں، اسرائیلی حکومت نے زرعی، صنعتی اور فوجی نوآبادیات بھی قائم کی ہیں، یہ غاصب حکومت مختلف ٹیکس انسنٹیوز (Incentives) اور وسیع فنڈنگ پروجیکٹس (Funding Projects) کے ذریعہ نوآبادیات میں اضافہ کی مسلسل ہمت افزائی کررہی ہے (۵۳)۔

۱۵- زرعی پالیسی طے کرتے وقت مغربی کنارہ اور قدس مکمل طور پر "اسرائیلی پلاننگ سینٹر" (مركز التخطيط الاسرائيلى) کے تحت آتے ہیں، اور اس طرح تمام وہ فصلیں اور پیداوار جو اسرائیلی فصلوں اور پیداوار کا مقابلہ کرسکتی ہیں انہیں زرعی پالیسی سے الگ کردیا جاتا ہے (۵۴)۔

۱۶- مشرقی قدس میں بہت سخت معاشی ورہائشی پالیسی اختیار کی گئی ہے، قدس میونسپلٹی نئے مکانات تعمیر کرنے یا پرانے مکانات میں مرمت کا کام کرانے کا پرمٹ نہیں دیتی ہے، اس کی وجہ سے بہت سے شہری قریب کے گاؤں میں جابسے ہیں، اسی طرح ہر وہ خاندان جس میں بیوی شہر قدس سے تعلق رکھتی ہو لیکن شوہر قدس کا نہ ہو تو ان کا شناختی کارڈ واپس لے لیا جاتا ہے، اور ہر وہ فلسطینی شہری جس نے اردن کے علاوہ کسی اور ملک کی شہریت حاصل کرلی ہو اس کا شناختی کارڈ بھی واپس لے لیا جاتا ہے۔

۱۷- ۱۹۷۲ میں ایک مکمل پالیسی اختیار کی گئی جس کا نام ''خاص ترقیاتی پالیسی'' (Special Development Plan) تھا، اس پالیسی کا مقصد شہر قدس کی از سر نو پلاننگ (Replaning) تھی، ان سب کا بھی مقصد یہ تھا کہ شہر قدس کے جغرافیائی، معاشی، تاریخی، معماری، ڈیموگرافک اور ٹوپوگرافک عوامل کو تبدیل کر دیا جائے، اس پالیسی میں ۲۰۰۰ء تک کے لئے قدس کی ترقی وڈیولپمنٹ سے متعلق ایسے تخمینے (Projection) اور منصوبے ذکر کئے گئے جن کا مقصد شہر کی نشانیوں اور معالم کو ختم کرنا اور جھوٹی قدیم یہودی تاریخ کی کھوج کا بہانہ بنا کر اس شہر میں بہت سارے آثار قدیمہ کی کھدائیاں کرنا تھا۔

۱۸- ۱۹۷۴ء میں ایک اہم یہودی پروجیکٹ (ڈاکٹر رافل بنکلر پروجیکٹ) کی تفصیلات منظر عام پر آئیں، اس پروجیکٹ کا بنیادی مقصد شہر قدس کے سیاسی مستقبل کی منصوبہ بندی تھی، اس پروجیکٹ کے بنیادی نکات مندرجہ ذیل ہیں (۵۵):

الف- قدس کو یہودی قیادت وسیادت کے تحت رکھا جائے۔

ب- شہر قدس کے حدود میں توسیع کی جائے، اسے ۸ علاقوں میں تقسیم کیا جائے، ہر علاقہ کی اپنی ذیلی میونسپل کونسل ہو، اور یہ سب ایک مرکزی میونسپل کونسل کے ماتحت ہوں، مرکزی میونسپل کونسل کے ۵۵ اراکین ہوں، جن میں سے ۳۸ اراکین یہودی ہوں۔

ج- یہودی علاقوں کو ایک طرح کی خودمختاری حاصل ہو۔

د- مقدس مقامات میں عبادت کرنے کی آزادی کو تمام مذاہب کے لئے یقینی بنایا جائے۔

ہ- عربوں کی آبادی ۲۵ فیصد سے بڑھنے نہ دی جائے۔

و- قدس شہر کی توسیع عرب علاقوں تک کی جائے، لہذا شمال میں رام اللہ اور بیرہ تک، مشرق میں ابودیس اور عیزریہ تک، مغرب میں لطرون تک اور جنوب میں بیت لحم تک توسیع کی جائے۔

۱۹- ۱۹۷۴ء سے اوسلو معاہدہ تک مختلف نیم سرکاری اسرائیلی تنظیمیں بہت زیادہ قیمتیں ادا کر کے فلسطینی زمینوں پر قابض ہوگئیں، تاکہ وہاں پر یہودیوں کے لئے عمارتیں تعمیر کرسکیں اور ہر طرح کی جدید سہولتیں فراہم کرسکیں، ان میں سے چند تنظیموں کے نام یہ ہیں: عطیرت کوہانیم، عطراہ لیوشناہ، اورالعاد(۵۶)۔

۲۰- ۱۹۷۵ء میں یہ بات طے پائی کہ قدس کے نقشہ میں توسیع کی جائے، اس توسیعی منصوبہ میں ۹ عرب شہر اور ۶۰ گاؤں شامل تھے، یہ حصہ مغربی کنارہ کے کل رقبہ کا ۳۰ فیصد تھا، اس علاقہ میں مزید ۱۵ نوآبادیات (Colonies) قائم کی گئیں، شہر قدس کے گرد یہ تیسری نوآبادیاتی بیلٹ تھی۔

۲۱- ۱۹۷۶ء میں اسرائیل نے ایک کالونی معالیہ ادومیم کے نام سے قائم کی، اس کا مقصد ایک ایسا بڑا نوآبادیاتی علاقہ قائم کرنا تھا جس میں وہ تمام چھوٹے چھوٹے نوآبادیات شامل ہو جائیں جو بحر میت (Dead Sea) اور شمال اریحا کے درمیان قائم کی گئی تھیں، اس طرح معالیہ ادومیم بہت بڑے شہر کی حیثیت اختیار کرلے گا جو گریٹر قدس پروجیکٹ سے مربوط ہوگا اور جس کا بنیادی کام یہ ہوگا کہ وہ قدس کے مشرقی علاقہ (یعنی راس العمود سے لے کر بحر میت اور اریحا کے نوآبادیات تک) پر قابض ہوجائے (۵۷)۔

۲۲- جس زمانہ میں لیکود پارٹی حکومت میں تھی (۱۹۷۷-۱۹۸۴) اس زمانہ میں قدس میں نوآبادیات کثرت کے ساتھ قائم کی گئیں تاکہ ارض قدس کو ایک نئی شکل دی جاسکے، اس زمانہ میں نوآبادیات قائم کرنے میں نجی سرمایہ کاری بہت بڑے پیمانہ پر کی گئی، اور شہری نوآبادیات کا رجحان بڑھ گیا۔

۱۹۴۸ء کے بعد سے پے درپے آنے والی اسرائیلی حکومتوں نے پوری دنیا سے یہودیوں کو فلسطین میں لاکر بسانے کا کام بہت وسیع پیمانہ پر شروع کردیا، تاکہ فلسطین میں

یہودیوں کی اکثریت قائم کی جاسکے، ۱۹۴۸ء سے ۲۰۰۰ء کے درمیان یہودی آبادی میں ۶۷ فیصد کا اضافہ ہوا، ۲۰۰۰ء میں ان کی آبادی مقبوضہ فلسطین میں ۲۵ لاکھ تک پہنچ گئی، جبکہ ۱۹۴۸ء میں ان کی آبادی محض چھ لاکھ پچاس ہزار تھی (۵۸)۔

مقبوضہ عرب سرزمین پر یہودی استعمار سے متعلق مختلف تحقیقات کے مطابق ۱۹۶۷ء میں مقبوضہ سرزمین پر لیکود پارٹی نے ۷۰ء۱ فیصد نوآبادیات قائم کیں جبکہ لیبر پارٹی نے ۲۹ء۹ فیصد نوآبادیات قائم کیں (۵۹)۔ بنیامین نتنیاہو کے دور میں ۴۲ نوآبادیات قائم کی گئیں، جبکہ ایہود باراک کے زمانہ میں ۶۰۴۵ نوآبادیاتی یونٹس قائم کی گئیں، اریل شارون کے حکومت میں آنے کے بعد سے اب تک ۳۵ نوآبادیات قائم کی جاچکی ہیں (۶۰)۔ صہیونی جماعتیں شہر قدس کے مندرجہ ذیل ۳۸ گاؤں پر قابض ہوچکی ہیں: اَشوع، البریج، بیت ام المیس، بیت ثول، بیت عطاب، بیت محسیر، ابوغوش، بیت نقوبا، جرش، الجورہ، خربۃ اسم اللہ، خربۃ التنور، خربۃ العمور، خربۃ اللوز، دیر اَبان، دیر رافات، دیر الشیخ، دیر عمرو، دیر الھوی، دیر یاسین، راَس ابوعمار، ساریس، سفلی، صرعۃ، صطاف، صوبا، عرتوف، عسلین، عفور، علار، عین کارم، قالونیا، القبو، القسطل، کسلا، لفتا، الشیخ بدر، المالحۃ، نطاف، الولجۃ، لطرون کے تینوں گاؤں (یالو، عمواس، بیت نوبا) (۶۱)۔

۲۳- اسرائیل نے شمال میں ایک ایسا علاقہ قائم کیا جو مطار قلندیا کو مغرب میں مطار اللد سے جوڑتا ہے، انہوں نے ایک بائی پاس (Bypass) روڈ بنائی، جس کا نام ''روڈ ۴۵'' رکھا، اس علاقہ میں اسرائیلی حکومت نے کئی انڈسٹریل زونس قائم کیے جو قلندیا سے لے کر جنوب میں واقع نوآبادیاتی علاقہ ابوغنیم تک پھیلے ہوئے ہیں، اس پروجیکٹ کو قدس سے علیحدہ رکھا گیا، لہذا اغفعات زئیف اور شارع النفق کے درمیان ایک روڈ بنائی گئی جو ابوغنیم سے ہوتے ہوئے کفار عتصیون تک چلی جاتی ہے، ان واقعات سے اسرائیل کی یہ پالیسی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ وہ قدس پر اپنا تسلط اور سیادت قائم کرنا چاہتا ہے، ان باتوں سے سمجھ میں آتا ہے کہ شہر قدس

میں معرکہ نہایت شدید ہے کیونکہ اسرائیلی حکومت نے شہر قدس پر تسلط قائم کرنے کے لئے تمام امکانی ذرائع اور وسائل اختیار کرر کھے ہیں (٦٢)۔

۲۴- ۳۰؍جولائی ۱۹۸۰ء کو اسرائیل نے اعلان کیا کہ اسرائیلی کنیسٹ (Knesset) کے فیصلہ کے مطابق شہر قدس کو انتظامی وسیاسی لحاظ سے اسرائیل میں شامل کیا جارہا ہے، اور اسے اسرائیل کی راجدھانی قرار دیا جارہا ہے، اسرائیلی حکومت کا یہ قدم انٹرنیشنل فیصلوں، حقوق انسانی اور جنیوا معاہدہ کے سامنے ایک کھلا چیلنج تھا، اس بات کی سنگینی اس وقت کھل کر سامنے آتی ہے جب اسرائیل یہ کہتا ہے کہ حالیہ سیاسی سرگرمیوں سے شہر قدس خارج ہے، ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شہر قدس کی ۲۴ فیصد زمینیں جن پر اسرائیل نے ۱۹۶۷ء میں قبضہ کیا تھا وہ اسرائیل کا حصہ قرار پا جاتی ہیں (٦٣)، اور شہر قدس اسرائیلی حکومت، کنیسٹ، اور سپریم کورٹ کا ہیڈ کوارٹر قرار پا جاتا ہے (٦٣)۔

شہر قدس کو اسرائیل میں ضم کرنے سے متعلق اسرائیلی فیصلہ کے بعد فلسطینی تحریک آزادی (پی ایل او) کی ایگزیکیٹیو کمیٹی کا بیان

شہر قدس کو اسرائیل کی سرکاری اور یونیفائیڈ دارالحکومت قرار دینے اور تمام اسرائیلی سرکاری اداروں کو شہر قدس میں منتقل کرنے کا فیصلہ صہیونی تحریک کے چہرہ کو بے نقاب کرتا ہے، اس سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ یہ ایک نسل پرستی پر مبنی آبادکار تحریک ہے، درحقیقت یہ تحریک بنیادی طور پر نسل پرست واقع ہوئی ہے جس نے ہماری عوام کو خود ان کی زمینوں اور جائداد سے نکال باہر کرنے کے لئے خود کو وقف کر رکھا ہے، اور جس کا مقصد ہمارے وطن فلسطین کو صہیونی بنانا، فلسطین میں صہیونی مقاصد کو حاصل کرنا اور گریٹر اسرائیل کا قیام ہے، شہر قدس کو ضم کرنے کی یہ پالیسی جسے دہشت گرد صہیونیوں نے اختیار کیا ہے، کا مقصد صرف صہیونی مقاصد کا حصول ہے، اس پالیسی کو امریکہ کی مکمل حمایت حاصل ہے، درحقیقت امریکہ ہماری فلسطینی عوام، عرب عوام بلکہ دنیا کے ان تمام لوگوں کا دشمن ہے جو صہیونی تحریک کی مخالفت کرتے ہیں، اس فیصلہ کے ذریعہ اسرائیل نے اقوام متحدہ کے ان واضح فیصلوں کو چیلنج کیا ہے جو شہر قدس کو عرب شہر قرار دیتے ہیں اور جو اسے قبلہ اول اور تیسرا حرم قرار دیتے ہیں۔

پی ایل او کی ایگزیکیٹو کمیٹی کو اس سنگین فیصلہ پر بڑا قلق ہے، وہ عالم عرب اور عالم اسلام کی رائے عامہ اسی طرح مسیحی و عالمی رائے عامہ کا خیال کرتے ہوئے ایسے تمام ممکنہ ذرائع و وسائل کو اختیار کرے گی جس کے ذریعہ اس خطرناک و سنگین فیصلہ پر روک لگائی جاسکے۔

اسلامی ممالک جو آج اسلام آباد کی کانفرنس میں جمع ہیں انہیں ایک زبردست چیلنج کا سامنا ہے، شہر قدس میں اسلامی مقدسات اور اسلامی شناخت خطرہ سے دوچار ہے، لہذا اسلامی

ممالک کی یہ دینی، قومی، تاریخی اور تہذیبی ذمہ داری ہے کہ وہ اس جرم پر روک لگائیں اور امریکہ کی مخالفت میں کھڑے ہوجائیں جو اسرائیل کے ہر ظلم وزیادتی کی آنکھ بند کرکے حمایت کررہا ہے، شہر قدس اور اسلامی ومسیحی مقدسات کو یہودی زیادتی سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری تاریخی طور سے ہم پر عائد ہوتی ہے، ہم ناوابستہ تحریک سے وابستہ تمام آزاد وانصاف پسند ممالک اور خصوصاً اقوام متحدہ سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس توسیع پسندانہ اسرائیلی فیصلے کی مخالفت کریں۔

پی ایل او کی ایگزیکیٹو کمیٹی کا یہ خیال ہے کہ یہ فیصلہ کیمپ ڈیوڈ کی اس سازش کا نتیجہ ہے جس کا منصوبہ کارٹر نے تیار کیا تھا تا کہ نہ صرف فلسطینی عوام بلکہ پوری عرب واسلامی دنیا کے عوام اور اسلامی ومسیحی مقدس مقامات کو نقصان پہنچایا جاسکے۔

فلسطینی عوام پی ایل او کی قیادت میں نسل پرست اور غاصب صہیونیوں سے ہمیشہ مقابلہ آرائی کرتی رہے گی، اور اس کے لئے تمام ممکنہ ذرائع ووسائل کا استعمال کرے گی، حتی کہ انہیں کامیابی حاصل ہوجائے اور صہیونی اور ان کے معاون امریکہ کو مکمل شکست ہوجائے۔

ایگزیکیٹو کمیٹی جہاں ایک جانب شہر قدس میں صہیونی دشمن کے سنگین جرائم سے باخبر کرتی ہے، وہیں اس دشمن کی فوجی تیاریوں سے بھی باخبر کرتی ہے جو تیاریاں فلسطینی اور لبنانی عوام کے خلاف کی جارہی ہیں، یہ کمیٹی اس بات کا انکشاف اس لئے کررہی ہے تا کہ تمام عرب وعالمی طاقتیں، ناوابستہ ممالک اور افریقی واسلامی ممالک اس مسئلہ میں فلسطینی ولبنانی عوام کا ساتھ دیں۔

یہ ایک انقلاب ہے حتی کہ کامیابی حاصل ہوجائے۔

ماخذ: الوثائق الفلسطينية العربية عام ۱۹۸۰ء (بیروت: مؤسسة الدراسات الفلسطينية، ۱۹۸۰) جلد ۱۶، ص ۱۶۷-۱۶۸

اسرائیل نے خود کو صرف اپنی نیتوں اور ارادوں کے اعلان تک ہی محدود نہیں رکھا، بلکہ

اس نے عرب وجود کو کمزور کرنے اور یہودی وجود کو مضبوط کرنے کے لئے عملی اقدامات کرنے شروع کردیئے، ۱۹۸۰ء کی سردیوں میں اسرائیلی حکومت نے شعفاط اور بیت حنینا علاقہ کی ۴۴۰۰ ایکڑ زمین پر قبضہ کرلیا، اور فوراً ہی اس زمین پر ایک نوآبادیاتی علاقہ ''بسغات زئیف'' کے نام سے قائم کردیا(٦۵)۔

۲۵-۱۹۸۷ء میں غاصب حکومت نے البلدۃ القدیمۃ میں سکونت پذیر عربوں کو اپنی زمینوں کو بیچنے کے لئے مختلف انداز سے مجبور کرنا شروع کردیا، خود اریئیل شارون الحی الاسلامی کے شارع الواد پر ایک مکان میں مقیم تھے، انہوں نے اس علاقہ میں آباد عربوں کو وہاں سے ۱۵رفروری ۱۹۸۷ء میں نکلنے پر مجبور کردیا تھا(٦٦)۔

۲٦- دسمبر ۱۹۹۵ء سے وزارت داخلہ نے ایک ایسی پالیسی کا نفاذ کیا جس کے مطابق اگر مشرقی قدس کا کوئی فلسطینی شہری وزارت داخلہ کے سامنے یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا کہ وہ اس علاقہ میں ہمیشہ سے آباد رہا ہے اور ابھی بھی وہیں آباد ہے تو اسے ہمیشہ کے لئے اپنا گھر بار چھوڑنا پڑسکتا ہے اور وہ اپنے ہی علاقہ اور گھر میں رہنے سے محروم ہوسکتا ہے، وہ شہر قدس کے اس علاقہ میں جو اسرائیلی قبضہ میں ہے، بغیر کچھ خاص قسم کے ویزا اور چند دیگر کاغذات کے رہ نہیں سکتا، اسی طرح وہ ان علاقوں اور زمینوں پر کام بھی نہیں کرسکتا، اس سے تمام معاشرتی حقوق بھی چھین لئے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اپنے ٹیکس ادا نہیں کرپاتا، نہ ہی وہ ہیلتھ انشورنس اسکیم سے فائدہ اٹھاپاتا ہے(٦۷)۔

۲۷- اسرائیل کی وزارت داخلہ نے قدس کے فلسطینی عوام کے خلاف بڑے سخت اور شدید اقدامات کئے تاکہ وہ شہر قدس چھوڑ کر کہیں اور جابسیں، مثلاً انہوں نے فلسطینیوں کے حق شہریت کو ختم کردیا، قدس کے فلسطینی بچوں کے لئے قومی نمبر (National Number) جاری کرنا بند کردیا، آئڈنٹٹی کارڈ میں معاشرتی حالت (Social Status) تبدیل کرنا بند کردیا،

اسی طرح شہر قدس میں خاندان کو یکجا کرنے کی درخواست کو نامنظور کیا جانے لگا (۶۸)۔

۶۸- اسرائیلی حکومت نے ڈیموگرافک تقسیم (Demographic Distribution) کے لئے بہت سنجیدگی سے کام کیا، ۱۹۶۷ء میں مقبوضہ قدس میں یہودی آباد کاروں کی تعداد بہت ہی کم تھی، لیکن ان کی یہ تعداد نصف ۱۹۹۶ء میں بڑھ کر ایک لاکھ ساٹھ ہزار سے زیادہ ہوگئی، ۲۰۰۱ء کے اواخر میں یہ تعداد مزید بڑھ کر ایک لاکھ اسّی ہزار تک پہنچ گئی، اس درمیان میں غاصب حکومت مسلسل ایسے اقدامات کرتی رہی جس سے شہر قدس کو یہودی رنگ میں رنگا جاسکے اور قدس سے متعلق اسرائیلی پالیسی کی تکمیل کی جاسکے (۶۹)، ساتھ ہی ساتھ متشدد قسم کے یہودی آباد کاروں کو لاکر قدس میں بسایا جاتا رہا، یہ آباد کار زمانہ کے ساتھ ساتھ قدس میں بڑی تعداد میں داخل ہونے لگے، تاکہ قدس کی زیادہ سے زیادہ زمینوں پر قابض ہوسکیں، اسے یہودی رنگ دے سکیں اور عرب واسلامی شناخت وآثار کو مکمل طور پر ختم کرسکیں (۷۰)۔

۲۹- ابوغنیم پہاڑی پر یہودیوں نے قبضہ کرلیا اور وہاں پر ایک نوآبادیات قائم کردی (۷۱)، یہ وہی پہاڑی ہے جسے حضرت عمرؓ (۷۲) نے صحابی رسول حضرت عیاض بن غنمؓ (۷۳) کو عنایت کردیا تھا، اسی نسبت سے اس پہاڑی کو ''ابوغنیم'' کہتے ہیں، اور ابھی تک اس کا یہی نام چلا آرہا ہے، یہ درحقیقت ایک اسلامی وقف ہے، اس پر یہودیوں کا حق کسی بھی طرح نہیں بنتا ہے۔

۳۰- ۱۹۶۷ء سے ۱۹۹۵ء کے درمیان ۷۶۱۵۱ رہائشی اکائیاں (Residental Units) تعمیر کی گئیں، ان میں سے ۶۴۸۶۷ رہائشی اکائیاں قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر تھیں جنہیں حکومت نے تعمیر کرواکے اسرائیلیوں کے ہاتھوں فروخت کردیا تھا، رہائشی اکائیوں کی یہ تعداد کل تعداد کا ۸۸ فیصد تھی (۷۴)۔

گوشوارہ نمبر (۱-۶)

جبل ابوغنیم (ہارحوما) میں قائم کردہ نوآبادیات بسغات شموئیل کا اسٹرکچرل منصوبہ

زمین کا استعمال	رقبہ (ہیکٹر)	رقبہ (فیصد)
۱- صنعتی علاقہ Industrial Zone	۷۱ء۶	۳ء۴
۲- جنگلی علاقہ	۳۵۶ء۴	۱۶ء۷
۳- راستے	۲۷۷ء۶	۱۳ء۱
۴- راستوں کے کنارے درخت	۱۰۳ء۴	۳ء۸
۵- عمومی ادارے	۷۰ء۶	۳ء۳
۶- تعمیراتی علاقہ	۷۹۷ء۶	۳۷ء۵
۷- پارک	۱۰۶ء۰	۴ء۹
۸- عمومی عمارتیں	۲۳۴ء۲	۱۱ء۰
۹- ہوٹل اور سیاحتی علاقے	۲۹	۱ء۴
۱۰- پرائیوٹ تجارتی علاقہ Private Commercial Zone	۵۶ء۲	۲ء۶
۱۱- انجینئرنگ ادارے Engineering Establishments	۱۳ء۷	۰ء۶
۱۲- مسیحی دینی جگہیں (موجودہ)	۱۰ء۵	۰ء۵
ٹوٹل	۲۱۲۶ء۸	۱۰۰

ماخذ: (http://www.arij.org/paleye/abughnam)

۳۱- ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۳ء کے درمیان شہر قدس میں ۹۰۷۰ رہائشی اکائیاں قائم کی

گئیں، ان میں سے صرف ۴۹۳ رہائشی اکائیاں عربوں کی تھیں جو کہ کل رہائشی اکائیوں کا ۱ء۵ فیصد تھیں، ۱۹۹۳ء میں ۲۷۰۲ رہائشی اکائیاں قائم کی گئیں جن میں سے ۱۰۳ عربوں کی تھیں جو کہ کل رہائشی اکائیوں کا ۸ء۳ فیصد تھیں (۷۵)۔

۳۲-قدس میونسپلٹی کے حدود میں جو علاقہ بنایا گیا اس میں عربوں کی رہائشی اکائیوں والا علاقہ کل علاقہ کا ۵ء۸ فیصد تھا (۱۹۹۱ء میں)، ۱۹۹۰ء میں یہ کل علاقہ کا ۳ء۹ فیصد تھا، پھر یہ ۱۹۹۱ء میں ۳ء۶ فیصد ہی رہ گیا۔

مشرقی قدس میں ۱۹۶۷ء میں جو تعمیرات کی گئیں ان کا موازنہ اگر ۱۹۹۵ء کی تعمیرات سے کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۹۵ء میں جو تعمیرات کی گئیں ان میں سے اکثر نئے یہودی علاقوں کے طور پر بنائی گئی تھیں، دوسری جانب 'منصوبہ بندی سے متعلق اسرائیلی اداروں' نے قدس کے فلسطینی مکینوں کی رہائشی پریشانیوں کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا اور ان کی رہائش کے لئے مناسب انتظام کرنے کی جانب کوئی توجہ نہ دی۔

۳۳- ۱۹۹۶ء میں اسرائیلی وزارت برائے رہائش و آبادی نے اعلان کیا کہ وہ ۷۶ ہزار یہودیوں کی رہائش کے لئے مشرقی قدس میں ۱۵۱۲۰ رہائشی اکائیاں تعمیر کرے گی اور اس طرح اس علاقہ میں یہودیوں کی تعداد دو لاکھ چھتیس ہزار ہو جائے گی، جبکہ وہاں پر عربوں کی تعداد صرف ایک لاکھ پچپن ہزار ہی رہے گی، اس طرح ساری چیزیں یہودیوں کے حق میں ہی رہیں گی، یہ بات پیش نظر رہے کہ مغربی قدس مکمل طور پر یہودیوں کا ہی ہے (۷۷)۔

۳۴- ۱۹۹۷ء میں ایک فیصلہ (نمبر ۱۶۰۴) جاری کیا گیا، جس کے مطابق ایک ہائر میونسپلٹی قائم کی گئی جس نے قدس کو ''گریٹر قدس'' کی شکل دی، اس فیصلہ کے تحت ایک ایسے منصوبہ اور پلان کو اختیار کیا گیا جس کا مقصد شہر قدس کو ڈیویلپ کرنا تھا، اور وہ بھی اس طرح کہ مغربی کنارہ سے لے کر غور الاردن تک فلسطینی زمینوں پر قبضہ کر لیا جائے اور شہر قدس اور تل ابیب

کے درمیان کے علاقوں کو سیر وتفریح اور ترفیہی علاقوں کے طور پر چھوڑ دیا جائے۔

قدس انسٹی ٹیوٹ فار اسرائیلی ریسرچ کی تحقیقات میں جو تجاویز پیش کی گئی ہیں ان میں بیس سے زیادہ تجاویز قدس کے مستقبل سے متعلق ہیں (۷۸)۔

۳۵- جنوری ۱۹۹۵ء سے لے کر مارچ ۲۰۰۰ء کے درمیان اسرائیلی وزارت داخلہ نے قدس کے شہریوں کی تعداد کم کرنے کے لئے ایک نیا طریقہ اختیار کر رکھا تھا، وزارت داخلہ ہر اس شخص سے حق شہریت چھین لیتی تھی جس نے قدس میونسپلٹی کے حدود کے باہر سکونت اختیار کر لی تھی، اسی طرح ہر وہ شہری جو ماضی یا موجودہ زمانہ میں شہر قدس میں اپنی سکونت کو ثابت نہیں کر پاتا تھا اس سے بھی شہریت چھین لی جاتی تھی، اس طرح وہ اور اس کا پورا خاندان شہریت کے تمام تر حقوق سے محروم ہو جاتا تھا، یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس پالیسی کو علی الاعلان اختیار نہیں کیا گیا تھا، نہ ہی اسرائیلی وزارت داخلہ نے قدس کے شہریوں کو کبھی اس سلسلہ میں آگاہی دی تھی، اسی طرح اگر کوئی شہری تعلیم یا نوکری کے سلسلہ میں کہیں باہر مقیم ہوتا تھا یا اس کے پاس دوہری شہریت ہوتی تھی (مثلاً وہ امریکی شہری جن کا اصل وطن قدس تھا) تو وہ بھی قدس کی شہریت سے محروم کر دیئے جاتے تھے، سب سے اہم بات یہ ہے کہ ۲۰۰۰ء سے اسرائیلی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ خاندان کو یکجا کرنے سے متعلق درخواستوں پر بالکل بھی غور نہیں کریں گے۔

۳۶- جون ۲۰۰۳ء میں ''اسرائیل میں داخلہ اور شہریت'' سے متعلق ایک قانون نافذ کیا گیا جس کے مطابق ہر وہ فلسطینی اور قدس کا شہری جو اسرائیلی شہریت کا حامل ہو (جو کہ ۱۹۴۸ء میں فلسطینی تھا) اور اس نے مغربی کنارہ میں شادی کی ہو وہ اپنے خاندان کے ساتھ یکجا نہیں ہوسکتا، ۱۴ مئی ۲۰۰۶ء کو سپریم کورٹ نے اس قانون کو منظوری دے دی، اسی طرح ۲۹ مئی ۲۰۰۶ء کو اسرائیلی وزارت داخلہ نے یہ حکم صادر کیا کہ فلسطینی پارلیمنٹ کے وہ اراکین جو قدس کے ہیں اور وہ ایک مہینہ کے اندر اپنا استعفی پیش نہیں کرتے ہیں انہیں حق اقامت سے محروم

کر دیا جائے (۷۹)۔

گوشوارہ نمبر (۱-۷)

قدس کے شہریوں کی شہریت کالعدم کرنے سے متعلق اعداد وشمار

سال	قدس کے ان شہریوں کی تعداد جن کی شہریت ختم کر دی گئی
۱۹٦۷	۱۰۵
۱۹٦۸	۳۹۵
۱۹٦۹	۱۷۸
۱۹۷۰	۳۲۷
۱۹۷۱	۱۲٦
۱۹۷۲	۹۳
۱۹۷۳	۷۷
۱۹۷۴	۴۵
۱۹۷۵	۵۴
۱۹۷٦	۴۲
۱۹۷۷	۳۵
۱۹۷۸	۳٦
۱۹۷۹	۹۱
۱۹۸۰	۱۵۸
۱۹۸۱	۵۱
۱۹۸۲	۷۴

۱۹۸۳	۶۱۶
۱۹۸۴	۱۶۱
۱۹۸۵	۹۹
۱۹۸۶	۸۴
۱۹۸۷	۲۳
۱۹۸۸	۲
۱۹۸۹	۳۲
۱۹۹۰	۳۶
۱۹۹۱	۲۰
۱۹۹۲	۴۱
۱۹۹۳	۳۲
۱۹۹۴	۴۵
۱۹۹۵	۹۱
۱۹۹۶	۷۳۹
۱۹۹۷	۱,۰۶۷
۱۹۹۸	۷۸۸
۱۹۹۹	۴۱۱
۲۰۰۰	۲۰۷
۲۰۰۱ سے اپریل کے اواخر تک	۱۵
۲۰۰۲	معلومات موجود نہیں ہیں

۲۰۰۳	۲۷۲
۲۰۰۴	۱۶
ٹوٹل	۶,۳۹۶

گوشوارہ نمبر(۱-۸)

شہریت کالعدم کرنے کے اسباب، اسرائیلی وزارت داخلہ کے مطابق

سال	ملک کے باہر منتقل ہوجانا	مغربی کنارہ میں منتقل ہوجانا
۱۹۹۷	۱,۰۰۳	۶۸
۱۹۹۸	۶۱۸	۱۷۰
۱۹۹۹	۲۹۰	۱۲۱
۲۰۰۰	۲۰۴	۳
۲۰۰۱	۱۵	صفر

ماخذ: ابراهيم ابوجابر، استراتيجية تهويد شرقي مدينة القدس، ۲/۱، الحملة العالمية لمقاومة العدوان (قاوم... لتكون)، (http://qawim.net/index.php?option=com_content &task=view&id=5668

۷۳- اسرائیل نے ''الحزام الشرقی'' (مشرقی بیلٹ) نام سے ایک پروجیکٹ کا آغاز کیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ مشرقی قدس کو جنوبی قدس سے مربوط کردیا جائے اور الحزام علاقہ کی سڑکوں کو باہم ایک دوسرے سے جوڑ دیا جائے، اس پروجیکٹ کے پیش نظر یہ بات تھی کہ ان سڑکوں پر واقع عرب علاقوں کو مکمل طور پر خالی کرادیا جائے، اور ان سڑکوں کے اردگرد واقع تمام زمینوں پر قبضہ کرلیا جائے، اس کی یہ شکل اختیار کی جائے کہ ان علاقوں کی زمینوں پر کسی بھی قسم کے پروجیکٹ کو ممنوع قرار دے دیا جائے کیونکہ یہ علاقہ صرف اس حزام (بیلٹ) کے لئے مخصوص ہے(۸۰)۔

۳۸- فی الحال اسرائیل نے رأس العمود اور وادی الکدرون میں ''خاتم سلیمان'' نام سے ایک بہت بڑا پروجیکٹ شروع کیا ہوا ہے، اس پروجیکٹ کے تحت وادی کدرون کے کنارے ۲۲ سے ۲۵ بڑے ہوٹل تعمیر کئے جائیں گے، یہ ہوٹل کنیسۃ الجسمانیۃ سے لے کر مغرب میں باب داؤد (۸۱) تک پھیلے ہوئے ہوں گے، یہ پروجیکٹ **شرکۃ تطویر القدس** الشرقیۃ (East Jeusalam Development) نام کی کمپنی کی نگرانی میں مکمل کیا جارہا ہے (۸۲)۔

۳۹- ۲۰۰۶ء میں یہودیوں نے مسجد اقصی کے تعلق سے جو زیادتیاں اور بے حرمتیاں کیں وہ ۱۹۶۷ء کی زیادتیوں سے کہیں بڑھ کر تھیں، یہودی حکومت، قدس میونسپلٹی اور تشدد پسند یہودی جماعتوں نے سبھی فلسطینیوں (بشمول حکومت وعوام) کو اس مسئلہ میں مشغول کر دیا، انہوں نے اپنی مکمل قوت کا استعمال کرتے ہوئے شہر قدس سے تمام اسلامی آثار کو مٹانے کی کوشش کر ڈالی، انہوں نے ۲۰۰۶ء میں بہت سی نئی تعمیرات کیں، مسجد اقصی کے بغل میں اور اس کے نیچے یہودیوں کے لئے ایک عبادت خانہ تعمیر کیا، میوزیم قائم کئے، ساحۃ البراق کو مزید وسیع کر دیا اور وہاں پر ایک جگہ یہودیوں کے گریہ وزاری کے لئے مخصوص کر دی، ساتھ ہی ساتھ مزید تعمیرات کو بھی منظوری دے دی گئی، یہ ساری کوششیں مسجد اقصی کو چھیننے اور اسے یہودی رنگ دینے کے لئے تھیں، ان زیادتیوں کے ساتھ ساتھ اسرائیلی حکومت نے تمام حقائق کو بدل دیا، بیت المقدس اور مشرقی قدس میں واقع قدیم شہر (البلدۃ القدیمۃ) سے تمام عرب واسلامی آثار ونقوش کو ختم کر دیا۔

۴۰- ۲۰۰۷ء کے اواخر میں اسرائیلی کنیسٹ سے ایک فیصلہ صادر ہوا کہ یہودی مشرقی قدس سے صرف اسی شکل میں دستبردار ہو سکتے ہیں جبکہ پارلیمنٹ کے دو تہائی (۱۲۰ میں سے ۸۰) ممبران اس کے حق میں ووٹ دیں (۸۳)۔

شہر قدس میں اسرائیلی زیادتیوں سے متعلق ماہانہ رپورٹ کا خلاصہ (مارچ ۲۰۰۷ء)(۸۴)

- مقبوضہ قدس اور اس کے اردگرد کے علاقوں کی زمینوں پر قبضہ کرنے، نوآبادیات کی توسیع کرنے اور نسلی تفریق کی دیوار (Aparthied wall) کو قائم رکھنے کی پالیسی کو غاصب اسرائیلی حکومت جاری رکھے ہوئے ہے(۸۵)، اس کی شہادت اس بات سے ملتی ہے کہ ابھی ایک ایسے یہودی دینی استعماری منصوبہ کا انکشاف ہوا ہے، جس کے تحت مطار قلندیا میں اسرائیلی فضائی صنعتوں کے قریب تقریباً ۱۱۰۰۰ رہائشی اکائیاں تعمیر کی جائیں گی، مزید برآں مارچ ۲۰۰۷ء سے ان رہائشی اکائیوں کی مارکیٹنگ شروع کی جاچکی ہے، جنہیں ''نوف تصیون'' نامی نوآبادیاتی علاقہ میں تعمیر کیا جارہا ہے، اور جسے ''نوف زہاف'' کا نام دیا گیا ہے جو ''قصر المندوب السامی'' کے شمال مشرق میں واقع پہاڑ المکبر کے دامن میں ہے۔
- غاصب اسرائیلی حکومت نے شدت کے ساتھ قدس کا محاصرہ جاری رکھا اور قدس کے شہریوں کی نسلی صفایا اور عنصری تفریق کی پالیسی پر بہت سختی کے ساتھ عمل کیا۔
- اس ماہ بھی غاصب اسرائیلی حکومت نے دینی مقدسات کی بے حرمتی کرنے اور آزادیٔ عبادت میں رخنہ ڈالنے کی اپنی روش کو جاری رکھا، انہوں نے تلۃ باب المغاربۃ (۸۶) (جو مسجد اقصی کے مختلف دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے) کے پاس کھدائی اور انہدام کے عمل کو بھی جاری رکھا، انہوں نے شہر قدس (خاص طور پر قدیم شہر اور باب المغاربہ کے علاقہ) (۸۷) میں داخلہ پر سخت پابندیاں اور قوانین عائد کردئے، ساتھ ہی ساتھ نمازیوں کو مسجد اقصی میں داخل ہونے اور وہاں عبادت کرنے سے روک دیا۔

نقشہ نمبر (۱-۳)

قدیم شہر (البلدۃ القدیمۃ) میں کھدائیاں اور سرنگیں

اس نقشہ میں مختلف بستیاں اور سرنگیں دکھلائی گئی ہیں، مزید برآں اس نقشہ سے شہر قدس کے فصیل میں واقع باب المغاربہ اور حرم شریف کے دروازوں میں سے ایک دروازہ باب المغاربہ کے درمیان ربط بھی واضح ہوجاتا ہے۔

ماخذ: التقرير الفنی والقانون الموثق بالخرائط والصور بشأن الحفريات التی تقوم بها سلطات الاحتلال الاسرائيلی حول المسجد الأقصی فی القدس الشريف، تیار کردہ از لجنة خبراء الايسسكو الآثاريين فی مقر دائرة الآثار الأردنية، عمان، ۱۵-۱۶ اپریل ۲۰۰۷ء۔

اس ماہ میں اسرائیلی پولیس نے شیخ رائد صلاح صدر، شمالی ونگ، تحریک اسلامی (الجناح الشمالی فی الحركة الاسلامية) کو کئی گھنٹوں کے لئے حراست میں لے لیا، یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب شیخ رائد صلاح مقبوضہ قدس کے وادی الجوز علاقہ میں موجود تھے، اسرائیلی

کورٹ نے یہ حکم صادر کیا کہ شیخ رائد صلاح پبلک پلیس میں آٹھ لوگوں سے زیادہ کے ساتھ نہیں رہ سکتے، ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی صادر کیا کہ انہیں ایک ہفتہ کے لئے شہر قدس سے باہر بھیج دیا جائے، اسی ماہ میں اسرائیلی حکومت نے یہ فیصلہ بھی صادر کیا کہ عماد الزغل (جو کہ قدس کے شہری ہیں) مسجد اقصی میں چھ ماہ تک داخل نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ امن عامہ کے لئے ایک خطرہ ہو سکتے ہیں۔

تصویر نمبر (۱-۴)

تلۃ باب المغاربہ

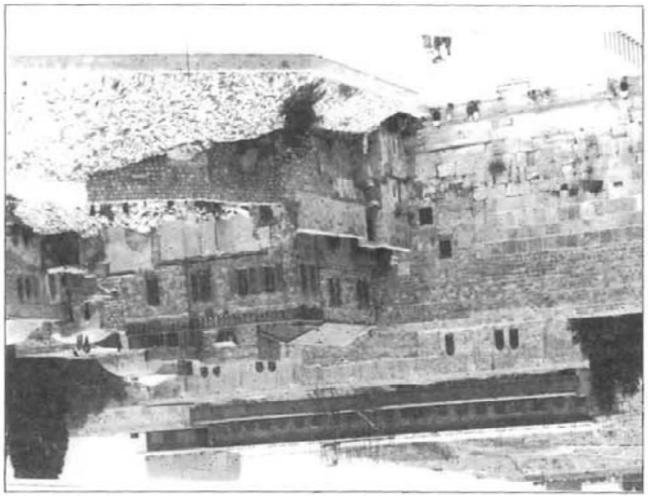

یہ تصویر المغاربہ بستی کے منہدم کئے جانے کے بعد تلۃ باب المغاربہ کا نقشہ پیش کر رہی ہے، اس میں مسجد اقصی بھی نظر آرہی ہے جس کی ۱۶۶۹ء میں لگنے والی آگ کے بعد مرمت کی جارہی ہے (یہ تصویر ۱۹۷۰ء کے بعد لی گئی ہے)۔

ماخذ: نفس مرجع

- اس مہینہ میں بھی گھروں کو منہدم کرنے اور ان پر قبضہ کرنے کی کارروائیاں جاری رہیں، لوگوں کو مکانات و دیگر عمارتیں تعمیر کرنے کے لئے پرمٹ جاری نہیں کئے گئے اور ان پر مختلف قسم کے ٹیکس لاگو کئے گئے۔
- اس ماہ میں غاصب حکومت نے قدس کے مختلف علاقوں اور گھروں میں دھاوے بولے اور تقریباً ۱۳ شہریوں کو حراست میں لے لیا، ان میں سے کئی بچے تھے۔
- غاصب حکومت نے لوگوں کے جان و بدن کی سلامتی کو خطرہ میں ڈال دیا اور شہریوں پر بڑی زیادتیاں کیں۔
- غاصب حکومت نے آزادانہ قیام کرنے اور نقل و حرکت کرنے کے بنیادی حق سے لوگوں کو محروم رکھا۔

گوشوارہ نمبر (۱-۹)

نو آباد کاری، حقائق اور اعداد و شمار (۲۰۰۷ء کے اخیر تک)

اسرائیلی نو آبادیات کی تعداد	۲۰۷
اسرائیلی نو آباد کاروں کی کل تعداد	۵ لاکھ سے زائد
اسرائیلی نو آبادیات کا کل رقبہ (ان کے منصوبہ کے مطابق)	۴۵۳ اسکوائر کلومیٹر
بائی پاس سڑکوں کی کل لمبائی (لینتھ) جو مقبوضہ فلسطینی زمینوں پر بنائے گئے ہیں	تقریباً ۸۰۰ کلومیٹر
نسلی تفریق کی دیوار (جدار الفصل العنصری) کی لمبائی جو مقبوضہ فلسطینی زمین پر بنائی گئی ہے	۷۲۵ کلومیٹر
اسرائیلی نو آبادیاتی چوکیوں کی تعداد	۲۱۷

فلسطینی زمینوں کا کل رقبہ جنہیں نسلی تفریق کی دیوار کے پیچھے منطقۃ العزل الغربیۃ میں الگ تھلگ کر دیا گیا ہے	۵۵۵ اسکوائر کلو میٹر (مغربی کنارہ کے کل رقبہ کا ۸ء۹ فیصد)
منطقۃ العزل الغربیۃ میں اسرائیلی نوآبادیات کی تعداد	۱۰۳
منطقۃ العزل الغربیۃ میں واقع اسرائیلی نوآبادیات میں رہائش پذیر لوگوں کی تعداد	۴,۰۸,۰۰۰
منطقۃ العزل الشرقیۃ کا کل رقبہ	۱۶۶۴ اسکوائر کلو میٹر (مغربی کنارہ کے کل رقبہ کا ۲۸ فیصد)
منطقۃ العزل الشرقیۃ میں اسرائیلی نوآبادیات کی تعداد	۴۲
منطقۃ العزل الشرقیۃ میں واقع نوآبادیات میں رہائش پذیر لوگوں کی تعداد	۱۲,۰۰۰
موجودہ اور زیر تعمیر سرنگوں کی تعداد	۲۵
۲۰۰۰ء میں تحریک انتفاضہ کے شروع ہونے کے بعد کی وہ زمینیں جن پر اسرائیل نے قبضہ کر لیا	۶ لاکھ ایکڑ سے زیادہ
غزہ پٹی کے مشرقی اور شمالی حدود پر اسرائیلی زیر کنٹرول سیکوریٹی زون	۶۱/اسکوائر کلو میٹر (غزہ کے کل رقبہ کا ۱۷ فیصد)

ماخذ: معهد الأبحاث التطبيقية (Applied Research Institute)

☆ ۲۰۰۸ء کے پہلے تین مہینوں کے درمیان نوآبادیاتی سرگرمیاں:

۲۰۰۸ء کے آغاز میں اسرائیل نے ایک فوجی حکم صادر کیا (جس کا نمبر

ت ر ۱۸۲ر ۰۶ تھا) کہ جنوبی مغربی الخلیل میں واقع عرب الرماضین علاقہ میں ۹ کلومیٹر تک ایک دیوار تعمیر کی جائے، اوراس کے لئے تقریباً ۶۰ ۷ ایکڑ زمین پر قبضہ کرلیا جائے۔ اس مدت میں قلقیلیہ شہر کے مشرق میں واقع ''الفی منشیۃ'' نوآبادیاتی علاقہ میں مزید نوآبادیاتی اکائیاں تعمیر کرنے کا سلسلہ جاری رہا، نوآبادیاتی اکائیاں تعمیر کرنے کا یہ سلسلہ بیت لحم کے جنوب میں واقع نافیہ دانئیل اور الون شفوت نامی نوآبادیاتی علاقوں میں بھی جاری رہا، مارچ ۲۰۰۸ء میں بیتار علیت نامی نوآبادیاتی علاقہ میں تقریباً ۳۲ نوآبادیاتی پلاٹوں کو منظوری دے دی گئی اور اُرئیل نامی نوآبادیاتی علاقہ میں تقریباً ۴۸ نوآبادیاتی اکائیوں کی مارکیٹنگ کی گئی، اسی طرح غاصب اسرائیلی حکومت نے ابوغنیم پہاڑی پر ۳۰۷ نوآبادیاتی اکائیوں کو تعمیر کرنے اور صور باہر (تلبیوت شرق) میں ۴۴۰ رہائشی اکائیوں کو تعمیر کرنے کا ٹنڈر نکالا، مزید برآں نافی یعکوف نامی نوآبادیاتی علاقہ میں ۳۹۳ نوآبادیاتی اکائیوں کو تعمیر کرنے کا منصوبہ پیش کیا گیا (۸۸)۔

''راموت'' نوآبادیاتی علاقہ میں ۱۳۰۰ نوآبادیاتی اکائیاں تعمیر کرنے کے منصوبہ کا اعلان کیا گیا، جن میں سے ۱۱۰۵ اکائیاں الخط الأخضر (گرین لائن) کے پیچھے تعمیر کی جانی تھیں، مزید برآں بسغات زئیف نوآبادیات میں ۷۵۰ نئی نوآبادیاتی اکائیاں اور غفعات ہماتوس نوآبادیات میں ۴۰۰۰ اکائیاں تعمیر کرنے کا منصوبہ ہے (۸۹)، اسی طرح قدس کے گرد واقع تین نوآبادیاتی علاقوں میں دس دس ہزار نوآبادیاتی اکائیاں تعمیر کرنے کا اعلان کیا گیا، اس طرح ان نئی رہائشی اکائیوں کی کل تعداد ۳۰ ہزار اکائیوں تک جا پہنچتی ہے، یہ تین علاقے ہیں قلندیا، عطاروت (قدس کے شمال مغرب میں) اور قدس کے جنوب مغرب میں ایک اور نوآبادیاتی علاقہ۔

۴۱- ۱۵ جنوری ۲۰۰۸ء سے مشرقی قدس کے رأس العمود میں واقع نوآبادیاتی علاقہ ''معالیہ زیتیم'' میں مزید ۶۰ رہائشی اکائیوں کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوگیا، اسی کے ساتھ ساتھ اسرائیلی حکومت نے یہ اعلان کیا کہ مشرقی قدس کے تالبیوت علاقہ میں تقریباً ۴۴۰ رہائشی

اکائیاں تعمیر کی جائیں گی (۹۰)۔

۴۲- ۱۲فروری ۲۰۰۸ء سے قدس کی غاصب میونسپلٹی نے ایک اسٹڈی شروع کی، جس کے تحت قدس کے مندرجہ ذیل علاقوں میں تقریباً دس ہزار نئی نوآبادیاتی رہائشی اکائیاں تعمیر کی جانی تھیں: راموت ۵۰۰، رامات شلومو ۵۰۰، بسغات زئیف ۱۰۰۰، نافیہ یعکوف ۷۰۰، تلبیوت مزراح ۵۰۰، جبل ابوغنیم ۲۰۰۰، غیلو ۵۰۰۔

☆ حالیہ (۲۰۰۸) نوآبادیاتی سرگرمیوں سے متعلق تحریک السلام الآن (Peace Now) کے بیانات (۹۱):

الف- ۱۰۱ نوآبادیاتی علاقوں کی تقریباً ۵۰۰ عمارتوں میں توسیعی سرگرمیاں جاری ہیں، ہر عمارت دسیوں رہائشی فلیٹس پر مشتمل ہوگی۔

ب- ان نوآبادیاتی علاقوں میں ۲۷۵ نئی عمارتوں کی تعمیر شروع ہوچکی ہے۔

ج- قدیم پروجیکٹ کے تحت دیگر ۳۷ نوآبادیاتی علاقوں میں ۲۲۰ گھروں کی تعمیر کا سلسلہ جاری ہے۔

د- نوآبادکار مکمل بستیاں قائم کررہے ہیں، انہوں نے مشرقی دیوار (شرقی الجدار) کی جانب نوآبادیاتی علاقے میں ۱۵۰ نئی بستیاں قائم کی ہیں، ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں: عالی، دولیب، بسجوت، عوفرہ، کوخاب، ہشاحر، یتسہار۔

ہ- ابھی حال ہی میں اسرائیلی وزیر برائے فوج ایہود باراک نے ایک ایسے منصوبہ کو منظوری دی ہے جس کے تحت مختلف نوآبادیاتی علاقوں میں ۹۷۰ فلیٹس تعمیر کئے جائیں گے۔

و- نومبر ۲۰۰۷ء میں منعقد ہونے والے اناپولیس کانفرنس کے بعد اسرائیلی حکومت نے مشرقی قدس میں ۷۵۰ رہائشی فلیٹس تعمیر کرنے کے لئے بہت سارے ٹنڈر نکالے۔

گوشوارہ نمبر ۱-۱۰)

اسرائیلی ٹنڈرس جو اناپولیس کانفرنس سے لے کر جولائی ۲۰۰۸ء تک نکالے گئے

نوآبادیاتی علاقہ	گورنوریٹ	اعلان کی تاریخ	نوآبادیاتی اکائیوں کی تعداد	مقام
ہارحوما	بیت لحم	۴ر دسمبر ۲۰۰۷ء	۳۰۷	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
جبل المکبر	قدس	۱۵ دسمبر ۲۰۰۷ء	۱۵۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
عین یائیل	الخط الأخضر کے اندر	۱۵ر دسمبر ۲۰۰۷ء	۷۰۰۰	الخط الأخضر کے بالمقابل نوآبادیاتی پروجیکٹ
ہارحوما	بیت لحم	۲۳ر دسمبر ۲۰۰۷ء	۵۰۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
معالیہ ادومیم	قدس	۲۳ر دسمبر ۲۰۰۷ء	۲۴۰	گریٹر قدس پروجیکٹ کا حصہ
شرق تل بیوت	قدس	۳۰ر دسمبر ۲۰۰۷ء	۴۴۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
معالیہ ہازیتم، رأس العمود	قدس	۸ر دسمبر ۲۰۰۸	۶۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر

ہارحوما	بیت لحم	۲۳جنوری ۲۰۰۸ء	۱۰۰۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
نفی یعقوب	قدس	۲۳جنوری ۲۰۰۸ء	۴۰۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
بسغات زئیف	قدس	۲۳جنوری ۲۰۰۸ء	۱۷۰۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
غیلو	قدس	۲۳جنوری ۲۰۰۸ء	۳۰۰۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
راموت	قدس	۲۳جنوری ۲۰۰۸ء	۱۴۰۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
شمعون تصدیق	قدس	۲۸جنوری ۲۰۰۸ء	۲۰۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
ہارحوما	قدس	۱۲فروری ۲۰۰۸ء	۳۵۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
بسغات زئیف	قدس	۱۲فروری ۲۰۰۸ء	۷۵۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
غفعات ہماتوس	قدس	۱۲فروری ۲۰۰۸ء	۴۰۰۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
غفعات زئیف	قدس	۹/مارچ ۲۰۰۸ء	۷۵۰	گریٹر قدس پروجیکٹ کا حصہ

بسغات زئیف	قدس	۱۰/مارچ ۲۰۰۸ء	۷۵۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
ہارحوما	بیت لحم	۱۰/مارچ ۲۰۰۸ء	۳۶۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
معالیہ ادومیم	قدس	۱۰/مارچ ۲۰۰۸ء	۵۲	گریٹر قدس پروجیکٹ کا حصہ
نیفی یعقوب	قدس	۱۰/مارچ ۲۰۰۸ء	۴۰۰	قدس گورنوریٹ کے حدود کے اندر
کدمات زیون	قدس	۱۲/مارچ ۲۰۰۸ء	۸۰۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر نوآبادیاتی پروجیکٹس
الکانا	قلقیلیہ	۱۲/مارچ ۲۰۰۸ء	۲۸۸	منطقۃ العزل الغربیہ
أریئیل	سلفیت	۱۷/مارچ ۲۰۰۸ء	۴۸	منطقۃ العزل الغربیہ
معالیہ ادومیم	قدس	۱۷/مارچ ۲۰۰۸ء	۸۹	گریٹر قدس پروجیکٹ کا حصہ
بیتار عیلیت	بیت لحم	۱۷/مارچ ۲۰۰۸ء	۳۲	گریٹر قدس پروجیکٹ کا حصہ

شاعر تکفاہ	طولکرم	۱۷/مارچ ۲۰۰۸ء	۳۲	منطقۃ العزل الغربیہ
الکانا	قلقیلیہ	۱۷/مارچ ۲۰۰۸ء	۳۲	منطقۃ العزل الغربیہ
اِفرات	بیت لحم	۲۲/مارچ ۲۰۰۸ء	۵۴	گریٹر قدس پروجیکٹ کا حصہ
الیعیز ر	بیت لحم	۲۳/مارچ ۲۰۰۸ء	۸۰	گریٹر قدس پروجیکٹ کا حصہ
بیتار عیلیت	بیت لحم	۲۵/مارچ ۲۰۰۸ء	۸۰۰	گریٹر قدس پروجیکٹ کا حصہ
مودیعین عیلیت	رام اللہ	۳۱/مارچ ۲۰۰۸ء	۴۸	منطقۃ العزل الغربیہ
بسغات زئیف	قدس	۳۱/مارچ ۲۰۰۸ء	۶۰۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
الکانا	قلقیلیہ	۱۸/اپریل ۲۰۰۸ء	۵۲	منطقۃ العزل الغربیہ
معالیہ دافید، رأس العمود	قدس	۲۸/اپریل ۲۰۰۸ء	۱۱۰	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
ہار براخا	نابلس	۱۳/مئی ۲۰۰۸ء	۲۲۹	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر

غیلو	بیت لحم	١٣ر مئی ٢٠٠٨ء	١٥٠	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
بیتار عیلیت	بیت لحم	١٤ر مئی ٢٠٠٨ء	٦٠٠	گریٹر قدس پروجیکٹ کا حصہ
بیتار عیلیت	بیت لحم	٢١ر مئی ٢٠٠٨ء	٢٨٦	گریٹر قدس پروجیکٹ کا حصہ
غفعات زئیف	قدس	٢٦ر مئی ٢٠٠٨ء	٣٠٠	گریٹر قدس پروجیکٹ کا حصہ
ہارحوما	بیت لحم	٣١ر مئی ٢٠٠٨ء	١٢١	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
بسغات زئیف	قدس	٣١ر مئی ٢٠٠٨ء	٧٦٣	قدس میونسپلٹی کے حدود کے اندر
کل میزان			٢٩٣٥٣	

ماخذ: معهد الأبحاث التطبيقية، ٢٠٠٨ء (Applied Research Institute)

ز- اسرائیلی کمیٹی برائے منصوبہ بندی وتعمیر نے قدس میں ٣٦٠٠ رہائشی اکائیوں کی تعمیر کے نقشوں کو منظوری دے دی۔

ح- ٥٨ نوآبادیاتی مقامات پر بے ترتیبی سے نئے تعمیرات کے کام کا آغاز کیا جا چکا ہے۔

ط- اس مدت میں مزید ٣٨ موبائل گھر بنائے گئے، سات نوآبادیات میں ١٦ مستقل عمارتیں بھی تعمیر کی گئیں اور مزید آٹھ عمارتوں کی تعمیر جاری ہے۔

ی-ان نوآبادیات میں ۵۳ عمارتوں کی توسیع کا کام بھی جاری ہے۔

ک-مشرقی قدس کے بالکل قلب میں واقع نئی نوآبادیاتی بستی نوف تسیون میں ۱۰۰ رہائشی فلیٹس تعمیر کئے گئے۔

(۴۳) اسرائیلی وزیر اعظم بنیامین نتنیاہو نے اپریل ۲۰۰۹ء میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی، اس زمانہ میں اسرائیل نے اپنی پوری قوت شہر قدس کو یہودی رنگ میں رنگنے اور وہاں کے عرب باشندوں کو باہر نکالنے کے لئے جھونک رکھی تھی، جس دن نتنیاہو نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی اسی دن اسرائیلی روزنامہ ہآرتس نے یہ بات لکھی کہ اسرائیل کی کوالیشن گورنمنٹ شہر قدس میں ہزاروں یہودی رہائشی اکائیوں کے تعمیراتی منصوبہ کو توسیع دے کر اس پر قابض ہونے کی کوششوں کو تیز کرے گی۔

اردن سے شائع ہونے والے روزنامہ الدستور نے ۲/اپریل ۲۰۰۹ء کی اپنی اشاعت میں ''**جمهورية العاد**'' کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کا کام صرف یہ ہے کہ غلط معاہدوں کے ذریعہ پراپرٹی خریدی جائیں، گھروں پر قابض ہوجایا جائے، قدس کے قدیم شہر (**البلدة القديمة**) میں کھدائیاں کی جائیں اور ''**الحوض المقدس**'' میں فلسطینی گھروں پر قابض ہوجایا جائے، الحوض المقدس میں سلوان، الطّور اور الشیخ جراح کی بستیاں آتی ہیں۔

حالیہ دنوں میں عربوں کو شہر قدس سے باہر نکالنے اور وہاں انہدامی کارروائیاں انجام دینے کے واقعات میں کافی اضافہ ہوگیا ہے، ان تمام کارروائیوں کا مقصد یہ ہے کہ ۲۰۲۰ء تک شہر قدس سے تمام عربوں کو نکال کر اسے یہودی شہر قرار دے دیا جائے، اعداد و شمار کے مطابق ابھی شہر قدس میں تقریباً دو لاکھ ساٹھ ہزار عرب آباد ہیں، جبکہ وہاں یہودیوں کی تعداد ایک لاکھ بیاسی ہزار ہے، نسلی تفریق کی دیوار (Apartheid Wall) کو تعمیر کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ

تقریباً ۵ ۱۶۳ عرب خاندانوں (تقریباً ایک لاکھ عربوں) کو شہر قدس سے نکال باہر کر دیا جائے اور گریٹر قدس قائم کیا جائے ،'' غلاف المدینۃ'' یا'' الحوض المقدس'' میں یہودیوں کی تعداد بڑھا کر شہر کو ایک نئی شکل دی جائے ۔

۱۹٦۷ء میں غاصب حکومت نے سب سے پہلا کام گھروں کو منہدم کرنے کی شکل میں کیا، تاکہ وہ اس کے بعد بآسانی فوجی حکومت قائم کر سکیں، عربوں کا نسلی صفایا کر سکیں، انہیں گرفتار کر سکیں اور حق شہریت سے محروم کر سکیں (۹۲) ۔

نقشہ نمبر (۱-۵)

قدیم شہر (البلدة القديمة)

گذشتہ گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نو آبادکاری کے مندرجہ ذیل محرکات ہیں:

- بائی پاس سڑکوں اور نو آبادیاتی بلاکس کے ذریعہ مقبوضہ زمینوں کو ایک دوسرے سے علاحدہ اور منفصل کرنا۔
- ایک ایسی صورتحال پیدا کرنا جسے عرب اور فلسطینی مذاکرہ کار پر مستقبل کے تمام مذاکرات میں مسلط کیا جا سکے۔
- فلسطینی ریاست کے قیام پر روک لگانا، اور اُس علاقہ میں جغرافیائی اتصال اور کنکٹوتی نہ ہونے دینا جس پر فلسطینی ریاست کے قیام کا منصوبہ ہے (۹۳)۔

(۹۴) Palestinian Counseling Centre نے مشرقی و مغربی قدس کو یہودی رنگ میں رنگنے کے منصوبہ کے خلاف ایک مہم (Compaign) شروع کی، اس مہم کے تحت اس سنٹر نے The Coalition for Jerusalem تنظیم کے ساتھ مل کر قدس میونسپلٹی کے اس دستاویز کا عربی و انگلش ترجمہ شائع کیا جسے اس وقت تیار کیا گیا تھا جب میونسپلٹی کے صدر ایہودا ولمرٹ تھے، اور جسے ۱۴ ستمبر ۲۰۰۷ء میں شائع کیا گیا۔

اس دستاویز میں جس منصوبہ کا ذکر کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ قدس میں یہودیوں کی اکثریت قائم کی جائے اور اسے ۲۰۲۰ء تک اسرائیلی ریاست کا دارالحکومت قرار دے دیا جائے، اور اس طرح اپنے آباء و اجداد کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کیا جائے۔

نقشہ نمبر (۱-۶)

۲۰۲۰ء تک قدس کو یہودی بنانے کی سازش

گذشتہ گفتگو سے واضح ہو جاتا ہے کہ ابھی بھی اسرائیلی حکومت وقیادت کی اولین ترجیح نوآبادیات کا قیام ہے، نوآبادکاری کا بنیادی مطلب فلسطینی سرزمین سے وہاں کے اصل باشندوں کو باہر نکالنا اوران کی جگہ غاصب باشندوں کو مستقل رہائش فراہم کرنا ہے، نوآبادکاری درحقیقت مسلسل ظلم کی ایک داستان ہے جو حکومت کی دہشت گردی کا نتیجہ ہے، نوآبادکاری کا مقصد تمام فلسطینی زمینوں کو یہودی رنگ میں رنگنا اور وہاں کے اصل فلسطینی باشندوں کو مختلف طریقوں سے باہر نکالنا ہے، اس کے لئے غلط اور جھوٹے دینی وتاریخی دلیلوں کا سہارا لیا جاتا ہے، حالانکہ صحیح اور درست بات یہ ہے کہ تاریخی وقانونی لحاظ سے اور International Inheritance Law کے مطابق قدس پر قیادت وسیادت کا حق صرف فلسطینیوں کو حاصل ہے۔

دوسری فصل:

شہر قدس کو یہودی رنگ میں رنگنے کے مختلف ذرائع ووسائل

''قدس کو یہودی بنانے کی کوشش درحقیقت گڑے ہوئے مردہ کو اکھاڑنے کی ایک سیاست اور چھین جھپٹ کا ایک عمل ہے''۔

ہنری کتن

شہر قدس پر قابض ہونے کے لئے صہیونیوں کے پاس دو اہم حربے ہیں، اول: نوآبادکاری، دوم: یہودی رنگ میں رنگنے کی کوشش (۱)، اس کے لئے یہودیوں نے مختلف ذرائع ووسائل کا استعمال کیا، ذیل میں ان ذرائع ووسائل کا ذکر کیا جاتا ہے:

اول: عرب گاؤں اور عرب واسلامی تہذیب کے آثار کو مٹانا:

کسی بھی شہر کی شکل وصورت تبدیل کرنے کا یہ ایک شیطانی طریقہ ہے، جسے یہودیوں نے اپنا رکھا ہے، اور وہ یہ کہ عرب گاؤں اور علاقوں کے آثار مٹادیئے جائیں (De Arabasation) اور وہاں سے حاصل ہونے والے پتھروں اور اینٹوں کو یہودی نوآبادیات میں استعمال کیا جائے، ۱۹۴۸ء کی جنگ میں صہیونی تحریک اور اس کی مختلف جماعتوں نے قدس کے تمام گاؤں کو تہس نہس کردیا تھا، اگر آپ قدس کے مختلف گاؤں سے گذریں تو مصرارۃ (باب العمود) سے لے کر المالحۃ اور مستشفی ہداسا تک کے مختلف فصیلوں میں آپ کو عرب گاؤں کے پتھروں اور اینٹوں کا استعمال نظر آئے گا، یہ چیز عبرانی یونیورسٹی، مستشفی ہداسا، محنیہ یہودا اور

المالحۃ وغیرہ کے علاقوں میں بھی نظر آتی ہے، صہیونی قدس میونسپلٹی نے ان تعمیرات میں سمینٹ اور کنکریٹ کا استعمال نہیں کیا ہے، تا کہ ان کی خوبصورتی بھی باقی رہے اور دیکھنے والے کو لگے کہ یہ فصیلیں سیکڑوں سال پہلے تعمیر کی گئی تھیں، اور اس طرح صہیونی ان آثار کے ذریعہ جھوٹی یہودی تاریخ (Jewish Forged History) کو ثابت کر سکیں۔

اسرائیلی روزنامہ ہآرتس نے اپنے ۶/جولائی ۲۰۰۷ء کے ہفتہ واری ضمیمہ میں ایک رپورٹ شائع کی جس میں اس بات کا اعتراف کیا گیا تھا کہ ۱۹۴۸ء میں فلسطینیوں پر شروع ہونے والے ظلم وزیادتی کے ابتدائی دنوں میں اسرائیلی فوج اور تنظیموں نے عرب علاقوں میں موجود دسیوں مساجد کو شہید کر دیا تھا، یہ کارروائیاں فلسطین کی عرب واسلامی تاریخ کو مٹانے کی منظّم پالیسی کی ایک کڑی تھیں، اس کا حکم خود فوج کی قیادت کی جانب سے دیا گیا تھا اور اسے ڈیوڈ بن غوریون کی مکمل حمایت حاصل تھی، اس رپورٹ کو میرون ربابورط نے تیار کیا تھا، اس نے اس رپورٹ میں لکھا تھا کہ بیسویں صدی کی پچاسویں دھائی میں اسرائیلی فوج نے مساجد کو منہدم کرنے کی پالیسی اختیار کی تا کہ قدس سے عرب واسلامی تاریخ اور آثار کو ختم کیا جا سکے۔

ربابورط کے مطابق ان میں سے بعض مساجد جنوبی علاقہ کے فوجی قائد موشیہ دیان کے حکم سے منہدم کی گئی تھیں، ان منہدم ہونے والی مساجد میں ایک تو مسجد عسقلان تھی، اس کے علاوہ یبنا اور اسدود میں بھی اسی کے حکم سے مساجد کو منہدم کیا گیا تھا، یہ تینوں مساجد نہایت قدیم اور تاریخی اہمیت کی حامل تھیں، ان میں سے بعض تو ایک ہزار سال پرانی تھیں، صحافی میرون ربابوط نے ایک ایسے اسرائیلی دستاویز کا انکشاف کیا ہے جس میں یہ بات مذکور ہے کہ ان مذکورہ مساجد کو موشیہ دیان کے حکم سے شہید کیا گیا تھا (۳)۔

صہیونیوں نے دینی معالم اور نشانیوں کو مٹانے اور انہیں یہودی رنگ دینے کا ایک منظّم طریقہ اختیار کر رکھا تھا، اس کا آغاز ۱۰/جون ۱۹۶۷ء میں حی المغاربہ کو منہدم کرنے، وہاں

کے اصل فلسطینی مکینوں کو در بدر کرنے اور اسے یہودی شکل دینے سے ہوا، صہیونیوں نے ۱۹۶۷ء میں حی اشرف کی مسجد کو بھی منہدم کردیا اوران کا ارادہ یہ ہے کہ اسے ایک Synagogue کی شکل میں تبدیل کردیں، مسجد النبی داؤد کے اندر بھی بہت ساری نشانیوں کو مٹانے کی کوشش کی گئی، وہاں سے قرآنی تحریروں کو ہٹا دیا گیا اور وہاں موجود قدیم فنی اور آثار قدیمہ سے متعلق اشیاء کی چوری کرلی گئی۔

اسلامی آثار کو ختم کرنے کا ایک دوسرا طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ مسجد کے کچھ حصہ کو یہودی عبادت خانہ میں تبدیل کردیا جائے، جیسا کہ قدس کے شمال مشرق میں واقع مسجد النبی صموئیل اور مسجد خلیل الرحمٰن کے ساتھ کیا گیا، کبھی کبھی یہ غاصب اسرائیلی مسجد کی مکمل شکل ہی تبدیل کردیتے ہیں جیسا کہ مغربی قدس کے گاؤں ''صریحہ'' میں ہوا۔

۱-مسجد اقصی پر اسرائیلی زیادتیاں:

غاصب اسرائیلی روزانہ ہی شہر قدس، خصوصاً مسجد اقصی، کے تعلق سے مختلف زیادتیاں کرتے رہتے ہیں، سب سے بڑی زیادتی یہ ہے کہ وہ ''دیوار براق'' (۴) پر قابض ہوکر اسے ''دیوار گریہ'' (۵) میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔

انجینئر رائف نجم، مشیر مرکز توثیق وصیانۃ آثار لقدس، دیوار براق کے سلسلہ میں اسرائیلی زیادتی کے تعلق سے لکھتے ہیں: ''دیوار براق وہ دیوار ہے جو حرم شریف کے جنوب مغرب میں واقع ہے، جس کی لمبائی تقریباً ۴۸ میٹر اور اونچائی تقریباً ۱۷ میٹر ہے، دیوار کا یہ حصہ کبھی بھی یہودی ہیکل کا حصہ نہیں رہا ہے(۶)، یہودی انسائیکلوپیڈیا کے مطابق ''شروق التوراۃ'' یہ بتاتے ہیں کہ سولہویں صدی عیسوی تک یہ دیوار یہودیوں کے یہاں عبادت کی جگہ شمار نہیں ہوتی تھی'' (۷)۔

تل ابیب یونیورسٹی کے معروف اسکالر ISrael Flankstein اسرائیلی آثار کے

ماہر جانے جاتے ہیں اور ''ابوالآثار'' کے لقب سے مشہور ہیں، انہوں نے اس بات کو مشکوک قرار دیا ہے کہ یہودیوں کا شہر قدس سے کسی بھی طرح کا کوئی تعلق رہا ہے، یہ بات اس رپورٹ میں شائع ہوئی تھی جسے اسرائیلی مجلّہ Jerusalem Report نے اگست ۲۰۰۰ء کے شمارہ میں شائع کیا تھا(۸)۔

خود دیوار گریہ کو تمام یہودیوں کے یہاں ''مقدس مقام'' کا درجہ حاصل نہیں ہے، عمومی طور پر آرتھوڈکس یہودی (خصوصاً Netorei Karta جماعت کے پیروکار) اس دیوار کے پاس نہیں آتے ہیں، اس دیوار کے پاس سب سے زیادہ کثرت کے ساتھ آنے والے وہ یہودی ہیں جو Kabbalah جماعت کے پیروکار ہیں، یہ لوگ بھی یہاں اس لئے نہیں آتے کہ یہ مقدس مقام ہے، بلکہ اس لئے آتے ہیں کیونکہ ان کے مطابق یہ جگہ مزعوم ہیکل سے قریب تر ہے، اور مزعوم ہیکل سے جس قدر قریب رہ کر دعا اور عبادت کی جاتی ہے وہ اتنی ہی جلدی خدا تک پہنچتی ہے اور مقبولیت حاصل کرتی ہے(۹)۔

دیوار کی تعمیر بھی ایسی نہیں ہیکہ اسے یہودی عبادت کی جگہ قرار دیا جاسکے، اسے یہودی عبادت کی ان چار طرح کی عمارتوں میں بھی شامل نہیں کیا جاسکتا جن کا ذکر یہودی تاریخ میں ملتا ہے(۱۰)، یہودیوں کی عبادت کی وہ چار جگہیں یہ ہیں: مذبح (۱۱)، اجتماع کا خیمہ (۱۲)، مزعوم ہیکل، اور Synagogue۔ پہلے تین طرح کی شکلیں ۷۰ء تک ختم ہوگئیں، جبکہ چوتھی شکل (Synagogue) ابھی تک موجود ہے جس میں یہودی عبادتیں اور رسومات ادا کی جاتی ہیں۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ جن یہودی و مسیحی سیاحوں وحجاج نے پندرہویں صدی عیسوی کے اختتام سے پہلے شہر قدس کی زیارت کی تھی ان میں سے کسی نے بھی دیوار براق کے گرد یہودیوں کے موجود ہونے کا ذکر نہیں کیا ہے، یہودی عالم Rabi Moses of Basola (جو ۹۲۷-۹۳۰ھ/۱۵۲۰-۱۵۲۳ء میں قدس آئے تھے) نے بھی دیوار براق کے گرد (۱۳)

کسی بھی طرح کے یہودی وجود کا ذکر نہیں کیا ہے (دیوار براق کو یہودی ''مغربی دیوار'' اور یوروپی لوگ ''دیوار گریہ'' کہتے ہیں)، اس عالم نے شہر قدس میں صرف ایک Synagogue کا ذکر کیا ہے (۱۴)۔

Rabi Moses of Basola کے مطابق یہ یہودی عبادت خانہ وہی ہے جسے یہودیوں نے ایک مکان کو منہدم کر کے اس پر قبضہ کر لیا تھا اور پھر اس پر Synagogue تعمیر کر دیا تھا، یہودی سیاح عوبادیا اور مجیر الدین کا بھی یہی کہنا ہے، دیوار براق کے گرد یہودی وجود اگر کسی شکل میں بھی موجود ہوتا تو وہ سیاح اس کا ذکر ضرور کرتے، جیسا کہ ان میں سے ایک سیاح نے نماز فجر کا ذکر کیا ہے جس کا مشاہدہ اس نے اپنے اس مکان کی کھڑکی سے کیا تھا جہاں وہ مقیم تھا۔

تصویر نمبر (۲-۱)

وہ نقشے اور دستاویزات جو مسجد اقصی کو یہودی بنانے کے صہیونی منصوبوں کو واضح کرتے ہیں

۱۹۹۷ء کے اواخر میں امریکہ کے شہر سان فرانسسکو میں علماء آثار کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی، اس کانفرنس میں تل ابیب یونیورسٹی کے اسرائیلی پروفیسر ڈیوڈ اوسیشکین (جو ۵۵ سال قبل حضرت سلیمانؑ کے ایک محل کے دریافت میں شامل تھے) نے کہا کہ اس دریافت نے ان کی رائے مکمل طور پر تبدیل کردی، وہ اب فنکلشتاین کی بات سے متفق ہیں جس نے یہ کہا تھا کہ ''یہ بات کہ تورات میں جو کچھ ہے وہ مضبوط بنیادوں پر قائم ہے کچھ صحیح محسوس نہیں ہوتی، مجھے معلوم ہے کہ یہ بات بول کر میں نے شک کی ایک بیج بودی ہے''(۱۵)۔

آثار قدیمہ کے اسرائیلی عالم مائیر بن دوف نے یہ کہہ کر ہلچل مچادی کہ مسجد اقصی کے نیچے ''جبل الہیکل'' کے کچھ بھی آثار نہیں پائے جاتے (۱۶)۔

مدرسة الآثار البريطانية فى القدس کی ڈائرکٹر اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں علم الآثار کی پروفیسر ڈاکٹر کیتھلن کینن کہتی ہیں: ''حرم قدسی کے گرد اسرائیل کی جانب سے کی جانے والی کھدائیاں درحقیقت قدیم آثار اور تاریخ کو مٹانے کا ایک گھناؤنا عمل ہے، قرون وسطی کی اسلامی تعمیرات و آثار کو ختم کرنا درحقیقت ایک بڑا جرم ہے۔ ان کھدائیوں کے ذریعہ سے اسلامی آثار کی شکل تبدیل کرنے کی کوشش کرنا دانشمندی کا اقدام نہیں ہے''۔

درحقیقت یہ اسلامی رواداری کا ہی نتیجہ ہے کہ یہودی دیوار براق کے سامنے اپنی عبادت ادا کرتے ہیں، جس دور میں فلسطین پر برطانیہ حکمرانی کرتا تھا اس دور میں یہودیوں نے دیوار براق پر قابض ہونے کی بہت ساری کوششیں کیں یہاں تک کہ اگست ۱۹۲۹ء میں براق (۱۷) انقلاب رونما ہوا، اس انقلاب میں سیکڑوں عرب اور یہودی مارے گئے، اس کے نتیجے میں ایک بین الاقوامی کمیٹی تشکیل دی گئی تاکہ دیوار براق پر عربوں اور یہودیوں کے حقوق کے

حدود کو متعین کیا جا سکے، سویڈن کے سابق وزیر خارجہ اس کمیٹی کے صدر تھے اور اس کے دو رکن تھے جو سویزرلینڈ اور ہالینڈ کے تھے، اس کمیٹی نے ۱۹۳۰ء میں اپنی رپورٹ پیش کی، رپورٹ میں یہ بات کہی گئی تھی کہ ''مغربی دیوار پر ملکیت کا حق صرف مسلمانوں کو ہی حاصل ہے، وہی اس دیوار کے تنہا حقدار ہیں کیونکہ وہ دیوار حرم شریف کا ایک جزء ہے اور حرم شریف مسلمانوں کا وقف ہے، دیوار براق اور المغاربہ بستی کے سامنے واقع چبوترہ اور فٹ پاتھ پر بھی صرف مسلمانوں کا حق ہے، کیونکہ اسے اسلامی شریعت کے احکام کے مطابق وقف کیا گیا تھا''(۱۸)۔

۱۹۶۷ء میں صہیونیوں کے دیوار براق پر قابض ہونے اور عربوں کے شکست (۱۹) کھا جانے کے بعد اس واقعہ کو سیلیبریٹ کرنے کی غرض سے اس دیوار کے گرد بہت سارے اسرائیلی قائدین جمع ہوئے، اس موقع پر یہودی عبادت کی سربراہی حاخام (۲۰) غورین (۲۱) نے کی، اسی وقت ایک فوجی افسر ابراہام مشتیرن نے موشی دیان کی توجہ دیوار براق سے متصل چند ٹوائلٹس کی جانب مبذول کرائی جسے موشی دیان نے اسی وقت منہدم کر دیا، نزول تورات کے دن کو منانے کے لئے یہودی قیادت نے ہزاروں یہودیوں سے اس دیوار کے گرد جمع ہونے کی اپیل کی، لیکن یہ جگہ اتنے سارے یہودیوں کے جمع ہونے کے لئے تنگ تھی، وہاں پر صرف چند سو یہودی ہی جمع ہو سکتے تھے، لہذا یہودی حکومت نے ۱۰ر جون ۱۹۶۷ء کو اس دیوار سے متصل بستی کو منہدم کرنے کا حکم جاری کر دیا، چنانچہ چند ہی دنوں کے اندر وہ بستی جسے عرب گذشتہ ۷۷۴ سال سے ''حارة المغاربة'' کے نام سے پکارا کرتے تھے مکمل طور پر منہدم کر دی گئی (۲۲)۔

تصویر نمبر (۲-۲)

وہ نقشے اور دستاویزات جو مسجد اقصی کو یہودی بنانے کے صہیونی منصوبوں کو واضح کرتے ہیں

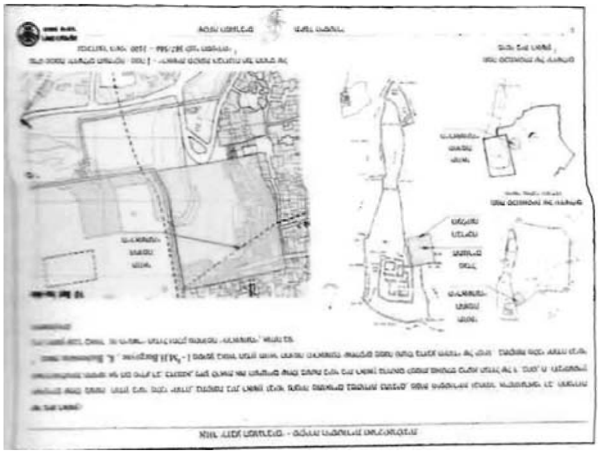

۲۱ راگست ۱۹۶۷ء کی صبح (جمعرات کے دن) وہ نامبارک ساعت تھی جب ایک بدبخت اسرائیلی ڈینس مائیکل ولیم روہان نے مسجد اقصی کی حرمت کو پامال کرتے ہوئے اس میں آگ لگا دی، تقریباً ۱۵۰۰ مربع میٹر مسجد کا علاقہ آگ سے متاثر ہو گیا تھا (۲۳)۔

تصویر نمبر (۲-۳)

مسجد اقصی اور اس کے ارد گرد کھدائیاں

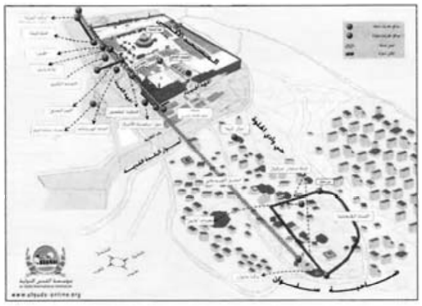

قابل ذکر بات یہ ہے کہ مسجد اقصی کے اردگرد ہونے والی کھدائیوں کے مقاصد بڑے خطرناک ہیں، ان کا مقصد یہ ہے کہ ان کھدائیوں سے متاثر ہوکر مسجد اقصی اور اس کے اردگرد کے علاقے خودبخود منہدم ہوجائیں، ساتھ ہی ساتھ اسرائیلی حکومت نے (قدس پر ۱۹۶۷ء میں قابض ہونے کے بعد سے) حرم کے اندر موجود اسلامی تعمیرات (مساجد، قبے وغیرہ) میں کسی بھی طرح کی مرمت کے کام پر روک لگا رکھی ہے، کسی بھی طرح کے تعمیراتی میٹیریل کو اندر جانے نہیں دی جاتی ہے، اور اس کا بھی مقصد یہی ہے کہ مرمت نہ ہونے کے سبب یہ تعمیرات خود بخود منہدم ہوجائیں (۲۴)۔

۲-شہر قدس میں آثار قدیمہ کی کھدائیاں:

اسرائیل کی جانب سے کی جانے والی کھدائیاں درحقیقت بڑی ہی خطرناک ہیں کیونکہ ان کا مقصد اسلامی تہذیب کو نیست و نابود کرنا اور ان کو اسرائیلی رنگ میں رنگنا (Israelisation) ہے (۲۵)۔ فلسطین میں آثار قدیمہ کی کھدائیوں کا کام بہت پہلے سے شروع ہوچکا ہے (۲۶)، خصوصاً شہر قدس میں ایسا کیا جارہا ہے تاکہ اس کی تاریخ کا پتہ لگایا جاسکے۔

شہر قدس میں بہت سے ایسے آثار ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ درحقیقت عرب شہر ہے، اس کا سب سے بڑا ثبوت شہر قدس کی فصیلیں اور دروازے ہیں جن کی تعمیر عہد یبوسی (Jebusites) میں ہوئی تھی، گرچہ ان فصیلوں کو کئی مرتبہ منہدم کیا جاچکا ہے اور بار بار تعمیر کیا گیا ہے، لیکن یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ ان فصیلوں کو سب سے پہلے یبوسیوں نے تعمیر کیا تھا اور سب سے اخیر میں ان فصیلوں کی جدید کاری مسلمانوں نے کی ہے، یہ کام عثمانی سلطان سلیمان القانونی کے عہد میں ہوا تھا۔

آثار کی کھدائی کا آغاز ایک فرانسیسی وفد نے آثار قدیمہ کے ماہر دیسولسی کی قیادت میں ۱۸۶۳ء میں کیا تھا، اسی طرح ۱۸۶۵ء اور ۱۸۸۷ء کے درمیان Warren (۲۷) کی

قیادت میں صندوق الاستکشاف البریطانی (برطانوی استکشاف فنڈ) کے تحت کھدائیوں کا کام انجام دیا گیا، مختلف سرنگوں کے ذریعہ وارین کو شہر قدس کی قدیم فصیلیں مل گئی تھیں (جیسا کہ اس کا کہنا ہے)، جمعیة صندوق الاستکشافات نے F.S. Blis اور A.C. Dickie کی قیادت میں ۱۸۹۴ء اور ۱۸۹۷ء کے درمیان پھر سے آثار کی کھدائی کا کام شروع کیا، ان دونوں نے اپنی کھدائیوں میں قدیم جنوبی فصیلوں کو کھوج نکالنے کی کوشش کی تھی (۲۸)۔

۱۹۰۹ء اور ۱۹۱۱ء میں ایک برطانوی وفد نے Marker کی قیادت میں کھدائیوں کا پھر سے آغاز کیا، ان لوگوں کو نبع جیجون سے متصل علاقہ وادی قدرون میں بہت سے سرنگ اور راستے ملے، یہ وفد جن نتائج تک پہنچا تھا اسے L.H. Vincent نے شائع کیا تھا، اسی طرح بارون اڈمونڈ اور روشیلڈ الیہودی کی مدد سے R. Weill نے الھضبۃ علاقہ کے جنوبی جانب بڑے وسیع پیمانہ پر آثار قدیمہ کی کھدائی کا کام کیا، ۱۹۲۳ء اور ۱۹۲۵ء میں بھی صندوق الاستکشافات کے زیر نگرانی اور R.A.S. Macalister و J.C. Duncan کی قیادت میں بہت ساری کھدائیاں کی گئیں، پھر ۱۹۲۷ء اور ۱۹۲۹ء میں یہ کھدائیاں J.W.Crowfoot کی قیادت میں انجام دی گئیں۔

مکالسٹر اور اس کے ساتھی نے قمۃ تلۃ الھضبۃ میں بھی کھدائیاں کیں، وہاں انہیں مشرقی جانب میں مضبوط دفاعی چیزیں نظر آئیں، کروفوٹ نے اسی علاقہ کے مغربی جانب کھدائی کی، وہاں اسے ایک دروازہ ملا جس کے اردگرد مضبوط دفاعی چیزیں موجود تھیں (۲۹)۔

۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۰ء کے درمیان C.N Johns نے دائرة الآثار الفلسطینیة کے زیر نگرانی قلعہ قدس میں کھدائی کی، اسی طرح ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۷ء کے درمیان بہت سارے اداروں نے مشترکہ کھدائیاں کیں، یہ کھدائیاں آثار کی ماہر کیتھلن کینن کی زیر قیادت باب دمشق اور تیسرے فصیل (السور الثالث) کے قریب کی گئیں، ان کھدائیوں کے دوران جدید آلات اور

جدید طریقوں کا استعمال کیا گیا تا کہ سابقہ کھدائیوں کے نتائج کا جائزہ لیا جا سکے، مشترکہ طور پر جن اداروں نے ان کھدائیوں کا کام انجام دیا وہ مندرجہ ذیل ہیں: **المدرسة البريطانية للآثار بالقدس، صندوق الاستكشافات البريطانية، الأكاديمية البريطانيه، المدرسة التوراتية الدومينكانية، متحف أونتاريو الملكى الكندى** (۳۰)۔

ان کھدائیوں کے دوران ۱۹۶۳ء میں کیتھلن کینن کو بازنطینی عہد کے کچھ گھر اور پانی ذخیرہ کرنے کی ٹنکیاں ملیں جن میں سیڑھیاں بھی بنی ہوئی تھیں، یہ گھر بہت بڑے بڑے تھے اور بہت عمدہ طریقہ سے بنائے گئے تھے (۳۱)۔ فلسطینی ماہر آثار دیمتری برامکہ کو ۱۹۳۷ء میں کھدائی کے دوران (جو **دائرة الآثار الفلسطينية** کی جانب سے کی گئی تھی) تیسری فصیل (**السور الثالث**) کے قریب ایک چھوٹا سا گرجا گھر ملا جس کی زمین Mosaic کی بنی ہوئی تھی، اس گرجا گھر کی لمبائی ۱ء۴ × ۳ء۵ میٹر تھی، دیمتری برامکہ کا خیال ہے کہ یہ گرجا گھر پانچویں صدی عیسوی میں عہد بازنطینی میں تعمیر کیا گیا ہوگا (۳۲)۔

۱۹۳۷ء میں بھی Johns نے (**دائرة الآثار الفلسطينية** کے زیر نگرانی) قدس میں ان متعدد جگہوں پر کھدائیاں کیں جن پر کبھی انگریز قابض تھے، لہذا وادی قدرون کے ایک گرجا گھر میں، "**القلعة العربية**" (جو انگریزوں کے زیر تسلط قدس کے حاکم کی جائے سکونت تھی) میں، القدیس انسطاس نامی گرجا گھر میں اور القدیس اسطفان نامی گرجا گھر کے قریب واقع ایک دوسرے چھوٹے سے گرجا گھر میں کھدائیاں کی گئیں (۳۳)۔

۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء میں سفید لوگوں نے اُس زمین میں آثار قدیمہ کی کھدائی کا کام شروع کیا جو قدیم شہر (**المدينة القديمة**) کے الحی الاسلامی میں واقع تھی اور جس پر وہ قابض تھے، یہ زمین القدیسۃ أنا (Anna) نامی عبادت خانہ کے قریب واقع تھی، اس کھدائی کے دوران انہیں عہد بازنطینی کے کچھ آثار ملے (۳۴)۔

۱۹۶۷ء میں شہر قدس پر براہ راست قابض ہونے کے بعد اسرائیلیوں نے حرم شریف کے سامنے جنوبی و مغربی حصوں میں غیر قانونی کھدائیاں شروع کر دیں، ان کھدائیوں کو ایغال یادین، بنیامین مازار اور میئر بن دوف نے انجام دیا، ان کھدائیوں میں انہیں خلاف توقع عہد اموی کے متعدد محل اور عہد بازنطینی کے کچھ آثار ملے (۳۵)۔

شہر قدس کے مکینوں پر ظلم و زیادتی اور وہاں موجود اسلامی و مسیحی مقدسات کی بے حرمتی کے ذریعہ اسرائیلی حکومت نے اس شہر کو یہودی بنانے کی پالیسی اختیار کر رکھی ہے، اس وقت شہر قدس میں کوئی بھی ایسا علاقہ باقی نہیں رہ گیا ہے جہاں کھدائیاں نہ کی گئی ہوں، ان کھدائیوں کے دوران اگر اسلامی آثار رونما ہوتے ہیں تو انہیں پوشیدہ رکھا جاتا ہے اور انہیں ختم کرنے کی تمام ممکنہ کوششیں کر لی جاتی ہیں۔ یہودی حکومت نے ایک نہایت ہی خطرناک کارروائی کا آغاز کیا ہے، انہوں نے قدیم شہر (البلدۃ القدیمۃ) اور مقدس مقامات کے نیچے کھدائی کا سلسلہ شروع کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ وہ ان کھدائیوں کے ذریعہ یہودی تاریخ اور ہیکل سلیمان کو تلاش کر رہے ہیں، لیکن درحقیقت ان کی ان کارروائیوں کا مقصد دینی و مقدس مقامات کو نیچے سے کھوکھلا کرنا ہے تاکہ وہ خود بخود منہدم ہو جائیں، اور اس طرح اسلامی آثار مٹ جائیں اور ان کی جگہ یہودی مقدسات بنائے جائیں، یہ بات قابل ذکر ہے کہ کھدائیوں کے دوران پائے جانے والے اسلامی آثار کی تصدیق و توثیق نہیں کی جاتی اور اگر تصدیق کر بھی دی جاتی ہے تو اسے اخبارات و جرائد میں شائع نہیں کیا جاتا اور نہ ہی علمی اداروں کو اس سلسلہ میں معلومات فراہم کی جاتی ہیں (۳۶)۔

۱۹۶۷ء سے قبل پورے فلسطین میں کم از کم ۲۰ مقامات پر کھدائیاں کی گئی ہوں گی، ان کھدائیوں کے دوران بھی یہودیوں کا یہی شیوہ تھا کہ وہ اسلامی آثار کے ملنے کی اطلاع ہی نہیں دیتے تھے۔

۳- سن ۱۹۶۷ء کے بعد شہر قدس میں اسرائیلی کھدائیاں:

ان کھدائیوں کا آغاز ۱۹۶۷ء کے اواخر میں ہوا تھا، یہ کھدائیاں ابھی تک بلا کسی توقف کے جاری ہیں، حالانکہ سلامتی کونسل، اقوام متحدہ اور یونسکو نے اسرائیل کو ان کھدائیوں پر روک لگانے کا حکم صادر کر رکھا ہے، ان میں سے چند کھدائیوں کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

- مسجد اقصی کے جنوبی جانب کھدائیاں: یہ کھدائیاں ۱۹۶۸ء میں حرم کے جنوبی دیوار کے نیچے ستر میٹر تک کی گئی تھیں، ان کھدائیوں میں عہد اموی، عہد رومانی اور عہد بازنطینی کے آثار ملے تھے۔
- مسجد اقصی کے جنوب مغربی جانب کھدائیاں: اس جانب کھدائیاں ۱۹۶۹ء میں ۸۰ میٹر تک ہوئی تھیں، ان کھدائیوں کا آغاز وہاں سے ہوا تھا جہاں تک پہلی کھدائیوں کا اختتام ہوا تھا اور یہ کھدائیاں شمال میں باب المغاربہ تک چلی گئی تھیں، اس درمیان میں بہت ساری اسلامی عمارتیں موجود تھیں جو ان کھدائیوں کی وجہ سے اندر سے کمزور ہوگئی تھیں، لہذا اسرائیلی حکام نے ان عمارتوں کو ۱۴؍جون ۱۹۶۹ء کو منہدم کر دیا، اس جگہ پر عہد اموی کے تین محلوں کی بنیادیں بھی ملی تھیں۔

مسجد اقصی کے نیچے جتنی دور تک سرنگیں بنائی گئی ہیں ان میں جا بجا یہودیوں نے اپنے عبادت خانے Synagogue اور ہیکل کے مجسمات بنا رکھے ہیں، یہودی وہاں عبادت کے لئے جاتے ہیں، وہ ان عبادت خانوں میں ان سیڑھیوں کے ذریعہ جاتے ہیں جو اسرائیل نے المصلی المروانی کے قریب بنا رکھی ہیں، ان زمینی سرنگوں کے ذریعہ بعض یہودی ایک سے زائد مرتبہ حرم قدسی میں داخل ہو کر اس کے تقدس کو پامال کر چکے ہیں (۳۷)۔

تصویر نمبر (۲-۴)

وہ کھدائیاں جو اسرائیل نے مسجد اقصی کے جنوب مشرقی جانب کی ہیں

ISRAEL ANTIQUITIES AUTHORITY
רשות העתיקות

חפירת מעלה שער המוגרבים - ירושלים

דו"ח ארכיאולוגי

ינואר - יולי 2007

חיים ברבה, פני ויטו ויוחנן (ג'ון) זליגמן
רשות העתיקות

مؤسسة القدس للبحث والتوثيق کے ڈائرکٹر ڈاکٹر ابراہیم الفنی نے مسجد اقصی کو یہودی رنگ میں رنگنے کی سازش سے متعلق یہودیوں کے دو منصوبوں کا انکشاف کیا ہے، اول: ان تین فاطمی ہالوں کو کھولا جائے جو مسجد اقصی کے نیچے موجود ہیں، اور جن پر مسجد اقصی کے ستون قائم ہیں، اگر ایسا کیا گیا تو مسجد خود بخود منہدم ہو جائے گی، دوم: اگر مسجد خود بخود منہدم نہیں ہوتی ہے تو ان ہالوں میں ہیکل نصب کر دیئے جائیں (۳۸)۔

- **مسجد اقصی کے جنوب مشرقی جانب کھدائیاں:** یہ کھدائیاں مشرقی جانب ۸۰ میٹر کے رقبہ میں ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۴ء کے درمیان کی گئی تھیں، یہ کھدائیاں حرم کے جنوبی دیوار سے ہوتے ہوئے گذری ہیں، اور مسجد اقصی کے نچلی منزلوں میں بھی داخل ہوگئی ہیں، ان کھدائیوں کی گہرائی ۱۳ میٹر سے زیادہ ہے، اس کی وجہ سے مسجد اقصی کی جنوبی دیوار کو بھی خطرہ لاحق ہو چکا ہے، کیونکہ یہ دیوار نہایت قدیم ہے، ساتھ ہی ساتھ اس دیوار سے متصل مٹی کو بھی بہت گہرائی تک ہٹادیا گیا ہے، جنگی طیارے بھی روزانہ اس علاقہ کے اوپر شور وہنگامہ کرتے رہتے ہیں جس کا اثر ان دیواروں پر اور تمام اسلامی، دینی وتاریخی آثار وعمارتوں پر پڑتا ہے، ان کھدائیوں میں ملنے والے آثار بھی عہد اموی، عہد رومانی اور عہد بازنطینی سے تعلق رکھتے تھے(۳۹)۔
- **مغربی سرنگ کی کھدائیاں:** ان کھدائیوں کا آغاز ۱۹۷۰ء میں ہوا تھا اور ۱۹۷۴ء میں انہیں روک دیا گیا تھا، دوبارہ ان کھدائیوں کا آغاز ۱۹۷۵ء میں ہوا جس کا سلسلہ ۱۹۸۸ء تک چلتا رہا، حالانکہ یونسکو نے ان کھدائیوں پر روک لگا رکھی تھی، نتنیا ہو کے دور میں ۲۴رستمبر ۱۹۹۶ء میں اسرائیلی حکومت مدرسۃ الروضہ کی جانب طریق الآلام پر اس سرنگ کے لئے ایک دوسرا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہوگئی۔
- **باب العمود کی جانب کھدائیاں:** ۱۹۷۵ء میں دائرۃ الآثار الاسرائیلیۃ نے باب العمود کے نیچے باہر کی جانب سے کھدائیاں کیں، ان کھدائیوں کے دوران قدیم فصیل کا ایک دروازہ ملا جو باب العمود کے نیچے پانچ میٹر کی گہرائی پر واقع تھا، دائرۃ الآثار الاسرائیلیۃ نے موجودہ دروازہ اور اس کے سامنے کے علاقہ کو ایک پل کے ذریعہ جوڑ دیا تاکہ لوگ قدیم شہر (البلدۃ القدیمۃ) آجاسکیں، ان کھدائیوں میں جو بھی اسلامی آثار پائے گئے ان کا ہیکل سے کسی بھی طرح سے کوئی

بھی تعلق نہیں ہے۔

- باب الاسود (باب الاسباط)(۴۰) کی جانب کھدائیاں: اس علاقہ میں ۱۹۸۲ء میں اسرائیلیوں نے یہ کہہ کر کھدائی شروع کی کہ یہاں پر ایسی چیزیں موجود ہیں جوان کے یہاں بابرکت سمجھی جاتی ہیں، یہ کھدائیاں ۱۹۸۶ء میں ختم ہوئیں لیکن اسرائیلوں کو ایسی کوئی بھی بابرکت چیز نہیں مل سکی، ۱۹۹۶ء میں یہاں پر اسرائیلیوں نے ایک سرنگ بھی بنائی، یہ سرنگ مملوکی عہد کی عمارتوں (مثلاً جوہری، عثمانی اور تنکزی اسکول) کے نیچے مغربی دیوار کے بالمقابل واقع ہے، پھر یہ سرنگ باب الغوانمہ (۴۱) کی طرف چلی جاتی ہے، وہاں سے یہ مشرق کی جانب سے ہوتے ہوئے طریق المجاہدین کو عبور کرتی ہے اور المدرسۃ العمریۃ تک چلی جاتی ہے جو مسجد اقصی کے شمال مغرب میں واقع ہے اور جہاں ۲۴ ر ستمبر ۱۹۹۶ء کے مشہور واقعات رونما ہوئے تھے، ان جھڑپوں میں تقریباً ۸۵ لوگ شہید ہوئے تھے، ان جھڑپوں کو ''احداث النفق'' کے نام سے جانا جاتا ہے (۴۲)۔

یہودیوں کی یہ کارروائیاں مسجد اقصی سے متصل المدرسۃ العمریۃ تک پہنچ گئی ہیں، حالانکہ المدرسۃ العمریۃ مسجد اقصی کا ایک اٹوٹ حصہ ہے، یہودیوں کی کوشش یہ ہے کہ اس پر قابض ہوکر اپنی عبادت گاہ بنالیں، تین یہودی نوآبادیاتی جماعتوں وتنظیموں نے اسرائیلی حکومت سے یہ درخواست کی ہے کہ اس مدرسہ کو یہودی عبادت گاہ Synagogue میں تبدیل کردیا جائے یا پھر یہودیوں کو اس میں عبادت ادا کرنے کی اجازت دے دی جائے، حالانکہ یہ مدرسہ اسلامی دینی وراثت ہے اور عرب تہذیب کا ایک حصہ ہے، اس کا رقبہ آٹھ ایکڑ ہے، اس کے نیچے بہت بڑے بڑے کاریڈورس ہیں جو مسجد اقصی کے اندرونی حصہ کے نیچے واقع ہیں اور ''قبۃ الصخرۃ'' (۴۳) تک پھیلے ہوئے ہیں (۴۴)۔

تصویر نمبر (۲-۵)

قبۃ الصخرۃ

۱۹۹۹ء میں ایہود باراک کی حکومت نے حرم کے جنوبی فصیل کے مشرقی جانب سیڑھیاں تعمیر کیں، یہ جگہ مسجد اقصی کے جنوبی کنارہ میں واقع ہے جو حائط المصلی المروانی کے طور پر جانی جاتی ہے، ان سیڑھیوں کا افتتاح خود ایہود باراک نے کیا تھا، اس موقع پر اس نے یہ جھوٹا دعوی بھی کیا تھا کہ یہ جگہ یہودی ہیکل میں داخل ہونے کا راستہ تھا (۴۵)۔

۱۰؍جنوری ۲۰۰۷ء میں یہودیوں کا ایک منصوبہ منظر عام پر آیا جس منصوبہ کا حصہ یہ تھا کہ باب المغاربہ کے راستہ کو منہدم کردیا جائے اور حارۃ باب الواد میں ''خیمۃ اسحاق'' کے نام سے ایک سینا گاگ قائم کردیا جائے (حارۃ باب الواد مسجد اقصی کا ایک دروازہ ہے اور سوق القطانین کے مغرب میں واقع ہے)، یہودی اس سینا گاگ کو حمام العین عمارت میں قائم کرنا چاہ رہے تھے جسے مملوکی حکمراں تنکز الناصری نے ۷۳۷ھ/ ۱۳۳۷ء میں قائم کیا تھا، درحقیقت یہودی اس جگہ سینا گاگ قائم کرکے اس عمارت کے جنوب میں واقع اس زمین کو ہڑپنا چاہ رہے

تھے جسے البيارة یا الحاكورة کے نام سے جانا جاتا ہے اور جو دائرة الأوقاف الإسلامية کے زیر نگرانی آتی ہے(۴۶)۔

تصویر نمبر(۲-۶)

وہ کھدائیاں جو اسرائیلیوں نے مسجد اقصی کی جنوبی اور مغربی جانب کی ہیں

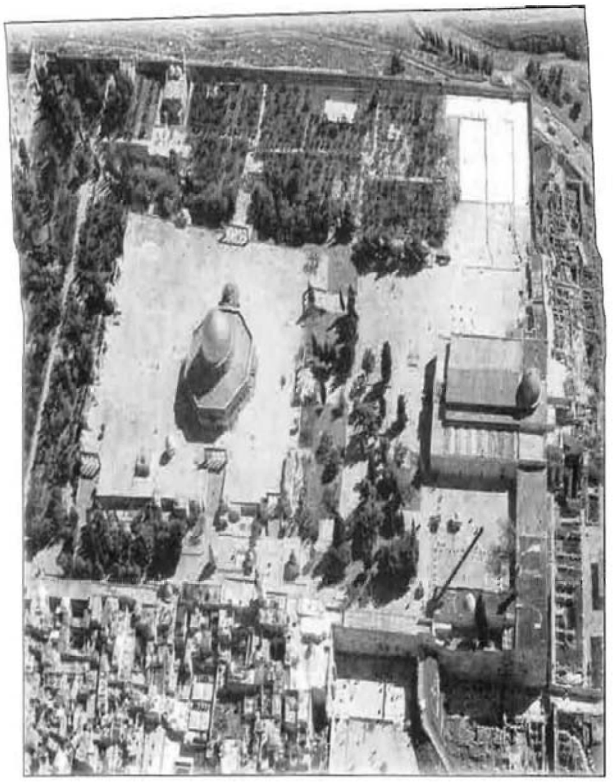

ماخذ: التقرير الفنى والقانونى الموثق بالخرائط والصور بشأن الحفريات التى تقوم بها سلطات الاحتلال الاسرائيلى حول المسجد الاقصى فى القدس الشريف، تیار کردہ: لجنة خبراء الايسسكو الآثاريين فى مقر دائرة الآثار الاردنية،عمان ۱۵-۱۶/اپریل ۲۰۰۷ء۔

تصویر نمبر (۲-۷)

سرنگ کا وہ حصہ جو حرم شریف کے مغربی دیوار سے متصل ہے

ماخذ: نفس ماخذ

تصویر نمبر (۲-۸)

ہیکل کا مجسمہ جس کی اسرائیل تشہیر کرتا ہے اور جسے حرم شریف کی جگہ پر نصب کرنا چاہتا ہے، حالانکہ اس سلسلہ میں اس کے پاس کوئی پختہ ثبوت نہیں ہے

ماخذ: نفس ماخذ

ان کھدائیوں کا بنیادی مقصد اسلامی عمارتوں اور اسلامی مقدسات کی بنیادوں کو کمزور کرنا ہے، ان کھدائیوں کے سبب بہت ساری عمارتیں کمزور ہوگئی ہیں، اور خطرات سے دوچار ہیں، وہ عمارتیں یہ ہیں: المدرسۃ العثمانیۃ، المدرسۃ المزہریہ، المدرسۃ الجوہریۃ (جو باب الحدید اور رباط الکرد میں واقع ہیں) الزاویۃ الرفاعیۃ، اور باب السلسلہ (۴۷) میں واقع المدرسۃ التنکزیہ (۴۸)۔ اس کے علاوہ سیکڑوں ایسی عمارتیں ہیں جن کی زمینیں اندر دھنس گئی ہیں اور ان کی دیواریں کمزور پڑ چکی ہیں لیکن غاصب یہودی حکومت ان عمارتوں میں مرمت کے کام کی اجازت نہیں دیتی ہے (۴۹)۔

-زندہ اور مردے:

قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہودیوں نے صرف زندہ لوگوں پر ظلم وزیادتی کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ انہوں نے قبروں کی بے حرمتی کر کے مردوں پر ہی زیادتی کی (۵۰)، صہیونیوں نے قبرستان باب الرحمہ (۵۱) اور قبرستان باب الاسباط میں واقع سیکڑوں قبروں میں کھدائیاں کرادیں اور مدفون لوگوں کی ہڈیوں کو ادھر ادھر کر دیا، اور یہ سب کچھ ترقی وڈولپمنٹ کے نام پر کیا گیا، بعض یہودیوں نے عین کارم میں واقع اسلامی مقبرہ کو بیت الخلاء کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا (۵۲)، اسی طرح انہوں نے شہر قدس کے سب سے بڑے اور قدیم اسلامی قبرستان ''مأ من اللہ'' (۵۳) کی بھی بے حرمتی کی، جہاں چند صحابہ کرام، تابعین، شہداء وعلماء مدفون ہیں، اس قبرستان میں ایک لاکھ سے زائد تاریخی قائدین، مشہور صوفیاء، فقہاء، ادباء اور مجاہدین مدفون ہیں (۵۴)، اس قبرستان کو اس وقت سے استعمال کیا جارہا ہے جب مسلمانوں نے شہر قدس کو فتح کیا تھا، اس میں صلاح الدین ایوبی کے وہ فوجی بھی مدفون ہیں جنہوں نے بیت المقدس کو دوبارہ صلیبیوں سے آزاد کرایا تھا۔

تصویر نمبر(۲-۹)

قبرستان مأمن اللہ (ماميلا)

اس قبرستان پر یہودی قابض ہوگئے، اور اس وقت سے اس میں مردوں کی تدفین پر روک لگادی گئی، اس قبرستان کا رقبہ بھی ۱۱۳۶ ایکڑ سے کم کر کے صرف ۱۱۹ ایکڑ کر دیا گیا، اس وقت اس جگہ کا استعمال صہیونی وزارت برائے تجارت وصنعت کے ہیڈ کوارٹر کے طور پر ہوتا ہے۔

مأمن اللہ میں کھدائیوں کی نگرانی ماہر پروفیشنل جدعون سولیمانی نے کی جو سلطة الآثار الاسرائیلیة میں ایک اہم عہدہ پر فائز تھا، ان کھدائیوں کے دوران تقریباً دوسو لوگ اس کے زیر نگرانی لگائے گئے تھے، ان میں سے کچھ کھدائی کرنے والے، کچھ ریسرچ اسکالر، کچھ علم انتھرو پولوجیا کے ماہر اور کچھ مصور تھے، یہ کام ۲۰۰۶ء کے آغاز میں کیا گیا، کھدائی کرنے والوں کے ذمہ ایک اہم کام یہ لگایا گیا کہ وہ مأمن اللہ سے متعلق ہر بڑی چھوٹی معلومات کو اکٹھا کرتے رہیں، اس قبرستان میں سیکڑوں قبریں تھیں، ان میں سے بعض تو بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی سے تعلق رکھتی تھیں۔

-بین المذاہب رواداری میوزیم:

قبرستان ما ٔمن اللہ کی زمین پر اسرائیلی حکومت ایک ''بین المذاہب رواداری میوزیم'' قائم کرنا چاہتی ہے، اسرائیل نے قبرستان کو مکمل طور پر بند کر رکھا ہے، فلسطینیوں کو اس جگہ کے قریب بھی جانے نہیں دیا جاتا ہے، اسرائیلی حکومت اس پروجیکٹ کو جلد از جلد انجام دینا چاہ رہی ہے۔

''انسانی اکرام ورواداری'' میوزیم تعمیر کرنے کی غرض سے قبرستان کے ایک حصہ پر اسرائیلی وامریکی کمپنیوں نے کھدائی وتعمیرات کے کام کا آغاز ۲۰۰۶ء کے شروع میں کر دیا تھا، انسانی اکرام ورواداری میوزیم کی نگرانی مرکز فیزنطال کر رہا ہے جس کا ہیڈ کوارٹر لاس انجلس (امریکہ) میں ہے، اس میوزیم کا مقصد پوری دنیا خصوصاً یہودیوں کو قدس سے مربوط کرنا ہے، قبرستان میں کھدائی کے کام کے آغاز میں سیکڑوں قبروں کو اکھاڑ دیا گیا تھا۔

شیخ رائد صلاح، صدر لجنة الدفاع عن الاقصى نے عرب واسلامی ممالک کے سفراء سے اپیل کی تھی کہ وہ اس قبرستان کی زیارت کریں اور دیکھیں کہ اسرائیلیوں نے اس جگہ پر کتنا بڑا جرم کر رکھا ہے، ساتھ ہی یہ بھی اپیل کی تھی کہ اس قبرستان کا جتنا حصہ بھی ابھی باقی بچ رہا ہے اس کی حفاظت کا انتظام کریں (۵۵)، اس قبرستان کو یہودی مرکز میں تبدیل کرنے کے یہودی منصوبہ کے خلاف لجنة الدفاع عن الاقصى عدالتی لڑائی لڑ رہی ہے (۵٦)۔

۱۹/اپریل ۲۰۰۹ء کو قدس کے مختلف خانوادوں، علماء کرام، دانشوروں اور بعض عرب ویہودی جماعتوں نے مل کر ما ٔمن اللہ کی زمین پر اس میوزیم کی تعمیر کے خلاف احتجاج کیا، اور سپریم کورٹ سے مطالبہ کیا کہ اس کی تعمیر پر روک لگائی جائے، اس سلسلہ میں جن

وکیلوں کی خدمات حاصل کی گئیں وہ یہ ہیں: قیس یوسف ناصر، ضرغام سیف، عینات ہوربیٹس۔ یہ مطالبہ اور احتجاج اس وقت کیا گیا جب روزنامہ معاریف میں ۲۷؍فروری ۲۰۰۹ءکو یہ رپورٹ شائع ہوئی کہ سلطة الآثار الاسرائیلیة نے رواداری میوزیم تعمیر کرنے کی اجازت دے دی ہے، وکیل قیس ناصر نے اس سلسلہ میں کچھ دلائل بھی پیش کئے، ان کی دلیل یہ تھی کہ سلطة الآثار الإسرائیلیة نے لکھ کر یہ اعلان کیا تھا کہ قبرستان مأمن اللہ کی حیثیت ایک آثار قدیمہ کی ہے، اس کو تاریخی وثقافتی اہمیت حاصل ہے، یہ اعلان اس وقت کیا گیا تھا جب سلطة الآثار الإسرائیلة اور قدس میونسپلٹی نے مل کر قدس کے آثار کو محفوظ رکھنے کا منصوبہ بنایا تھا، اس منصوبہ کا نمبر ۲۰۰۰ تھا، انہوں نے کہا کہ جس جگہ کو خود سلطۃ الآثار نے تاریخی وثقافتی اہمیت کی حامل جگہ قرار دیا تھا وہاں پر انہدامی کاروائیوں کی اجازت دینا درحقیقت ایک غیر قانونی فیصلہ ہے، خود سلطۃ الآثار کے قانون کے مطابق ایسی تمام جگہوں کی حفاظت ضروری ہے جسے آثار قدیمہ کا حصہ اور تاریخی وثقافتی اہمیت کی حامل جگہ قرار دیا جا چکا ہو(۵۷)۔

۴-کھدائیوں وزیادتیوں کا تسلسل:

مؤسسة القدس الدولية کے ادارہ برائے میڈیا ومعلومات نے ۲۱؍اگست ۲۰۰۶ءسے ۲۱اگست ۲۰۰۸ءکے درمیان ہونے والی کھدائیوں سے متعلق ایک رپورٹ تیار کی، یہ کھدائیاں غاصب اسرائیلی حکومت اور اس کی مختلف تنظیموں نے مسجد اقصی کے گرد ۱۸؍جگہوں پر کر رکھی ہیں، ان میں سے ۷ جگہوں پر یہ کھدائیاں پوری سرگرمی کے ساتھ جاری ہیں، یہ کھدائیاں جن کا مقصد زیر زمین ایک یہودی شہر قائم کرنا ہے مسجد اقصی کے مختلف اطراف میں پھیلی ہوئی ہیں، اس یہودی شہر کا نام شہر داؤد ہوگا، ان میں سب سے خطرناک کھدائی وہ ہے جو

الطریق الھیرودیانی میں کی گئی ہے اور جو ۶۰۰ میٹر سے زیادہ رقبہ میں پھیلی ہوئی ہے، یہ کھدائی ساحۃ البراق کو شہر داؤد کے جنوبی دروازے سے مربوط کرتی ہے (۵۸)۔

کچھ اسرائیلی روزناموں نے ۱۳/اپریل ۲۰۰۸ء میں یہ خبر شائع کی کہ دیوار براق کے پتھر ٹوٹنے لگے ہیں، خصوصاً وہ پتھر جو فصیل کے اوپری حصہ پر ہیں (یعنی مصلی البراق کے پتھر) اور جو مسجد اقصی کے مغربی جانب بالکل کنارے کی طرف ہیں، اس خبر کی اشاعت کو مسجد براق کو بند کرنے اور وہاں نمازیوں کے جانے پر روک لگانے کے لئے استعمال کیا گیا اور ساتھ ہی یہ منصوبہ بنایا گیا کہ اس مسجد کو یہودی عبادت خانہ میں یا ایک یہودی آثار میں تبدیل کر دیا جائے (۵۹)۔

یونسکو کے ایک حالیہ وفد (جو ۲۸/۲/۲۰۰۷ء سے ۲/۳/۲۰۰۷ء کے درمیان شہر قدس تھا) نے اسرائیل سے مطالبہ کیا کہ باب المغاربہ میں کی جانے والی کھدائیاں فوری طور پر روکی جائیں اور تلۃ باب المغاربہ کو دوبارہ سے اس کی اصل شکل میں کیا جائے (۶۰)۔

۶/فروری ۲۰۰۷ء پیر کی صبح اسرائیلیوں نے اس بستی کی آخری نشانی التلۃ التراشیۃ کو منہدم کرنا شروع کر دیا، التلۃ التراشیۃ اس قدیم تاریخی راستہ پر واقع تھا جو المغاربہ بستی اور حرم شریف کو ایک دوسرے سے جوڑتا ہے، اس سلسلہ میں اسرائیلیوں نے یہ بات کہی کہ اس کی جگہ پر ایک پل تعمیر کیا جائے گا، ۱۹۶۷ء کے بعد سے اسرائیل جب بھی شہر قدس کی اسلامی و تاریخی عمارتوں کو تبدیل کرنا یا منہدم کرنا چاہتا ہے تو اسی طرح کے عذر پیش کرتا ہے، یہ ٹیلہ (التلۃ التراشیۃ) اس علاقہ کی آخری نشانی تھی جسے مکمل طور پر ختم کر دیا گیا ہے، یہاں پر ۱۳۵ گھر، دو مسجدیں اور صوفیاء کے دو جگہیں تھیں، اسی طرح اسرائیلی باب المغاربہ کی تمام کنجیوں پر قابض ہو گئے اور اس علاقہ کی ۱۱۱۶ ایکڑ سے زائد زمینوں پر قبضہ کر کے یہودی بستی تعمیر کر دی (۶۱)۔

تصویر نمبر (۲-۱۰)

المغاربہ بستی، انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں

تصویر نمبر (۲-۱۱)

المغاربہ بستی، انیسویں صدی کے اواخر میں

ماخذ: التقرير الفنى والقانونى الموثق بالخرائط والصور بشأن الحفريات التى تقوم بها سلطات الاحتلال الاسرائيلى حول المسجد الاقصى فى القدس الشريف

تصویر نمبر (۲-۱۲)

پل تعمیر کرنے کے منصوبہ کا فضائی منظر، پل اور باب المغاربہ کے درمیان تعلق

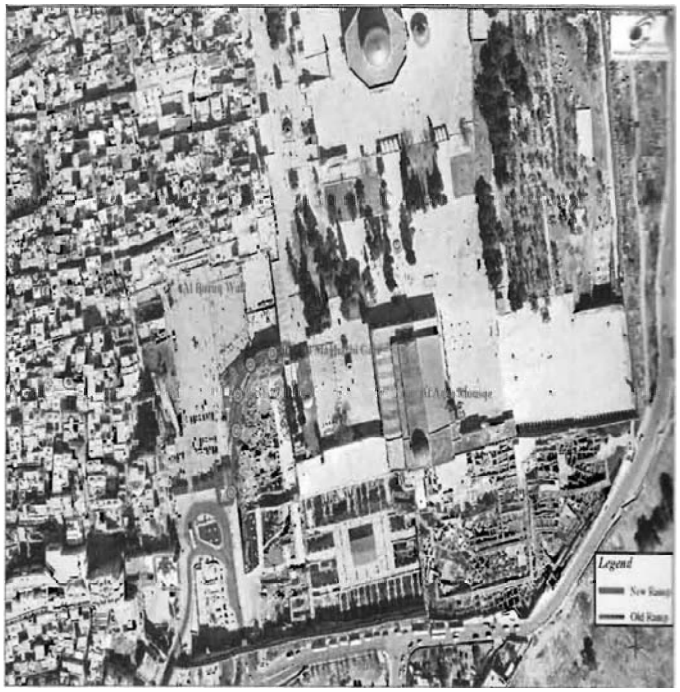

ماخذ: نفس ماخذ

۲۰۰۹ء میں مؤسسة الاقصى للوقف والتراث نے صہیونیوں کے ایک نئے منصوبہ کا انکشاف کیا، صہیونیوں کا منصوبہ یہ ہے کہ دو نئی سرنگیں کھودی جائیں اور مقبوضہ قدس کے قدیم شہر میں واقع فلسطینی بستی حی الشرف کو مسجد اقصی کے مغرب میں واقع ساحۃ البراق سے جوڑ دیا جائے۔

تصویر نمبر (۲-۱۳)

حی الشرف کو ساحۃ البراق سے جوڑنے کے لئے عمودی سرنگ کھودنے کا منصوبہ

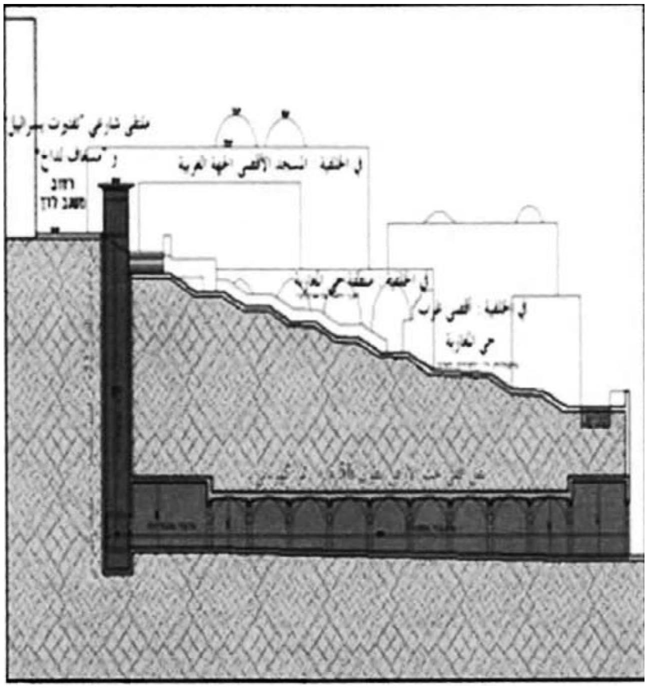

مؤسسة الاقصى للوقف والتراث کی رپورٹ (جو اس نے ۳/ مارچ ۲۰۰۹ء میں شائع کی تھی) کے مطابق صہیونی ایک عمودی (Vertical) سرنگ کھودنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اس سرنگ کی لمبائی زیر زمین پتھروں میں ۲۲ میٹر ہوگی، اس سرنگ کی انتہا حارۃ الشرف کے جنوب مشرقی جانب واقع شارع تفئیرت یسرائیل (یا جسے شارع مسغاف لداخ بھی کہا جاتا ہے) کے پاس ہوگی، پھر وہاں سے ایک افقی (Horizontal) سرنگ کھودی جائے گی، اس طرح ساحۃ البراق کے اوپری حصہ تک اس سرنگ کی مکمل لمبائی ۵۶ میٹر ہوجائے گی، یہ عمودی

سرنگ حارۃ الشرف میں داخل ہونے والے سیاحوں اور غاصب صہیونیوں کے ملنے کی جگہ سمجھی جارہی ہے، اس عمودی سرنگ کے درمیان بہت سارے قدیم آثار ہیں جہاں صہیونی موہوم عبرانی تاریخ کو پیوست کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، ان دونوں سرنگوں کو کھودنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ غاصب صہیونی اور باہر سے آنے والے سیاح حی الشرف سے حائط البراق اور مسجد اقصی تک بآسانی پہنچ سکیں، کیونکہ کچھ ٹپوگرافک (Topographic) عوامل ایسے ہیں جو حارۃ الشرف آنے والے بہت سارے سیاحوں کی ساحۃ البراق اور مسجد اقصی تک پہنچ کو مشکل بنادیتے ہیں، مؤسسة الاقصى للوقف والتراث کی رپورٹ کے مطابق اس منصوبہ پر عمل درآمد بہت جلد ہونے والا ہے، اس منصوبہ پر مختلف ادارے اور کمپنیاں بشمول قدس کی صہیونی میونسپلٹی، شركة ترميم وتطوير الحى اليهودى، سلطة الآثار، مؤسسة التأمين الوطنى کام کریں گے، اس پروجیکٹ کی لاگت ۱۰ ملین شیکل (۲٫۵ ملین امریکی ڈالر) ہے جو صہیونی تاجر باروخ کلاین کی جانب سے ادا کی جائے گی۔

۵-مختلف مقامات کو اسرائیلی نام دینے کا ادارہ:

ڈیوڈ بن غوریون نے اپنے افسروں کو حکم دیا کہ تمام فلسطینی ناموں کو ختم کردیا جائے خواہ وہ نام عربی ہوں یا اسلامی و مسیحی ہوں یا کنعانی و یبوسی اور عموری ہوں، ان سب ناموں کو عبرانی ناموں سے تبدیل کردیا جائے (۶۲)، اس حکم کے بعد سے شہروں وگاؤں کے عربی ناموں کو منظم طریقہ سے یہودی وعبرانی ناموں سے تبدیل کیا جانے لگا، یہ کام ایک ایسے ادارہ کے ذریعہ کیا جانے لگا جسے مختلف مقامات کو اسرائیلی نام دینے کے لئے قائم کیا گیا تھا، اس کے لئے اسرائیلیوں نے مختلف طریقے اپنائے، مثلاً کسی ایک حرف کو دوسرے حرف سے تبدیل کردینا، اصل نام کا عبرانی میں ترجمہ کردینا، مثال کے طور پر ''جبل الزیتون'' کا نام ''ہار ہزیتم'' اور ''جبل الرادار'' کا نام ''ہاردار'' رکھ دیا گیا، ایک یہ طریقہ بھی اپنایا گیا کہ عربی نام میں اس طرح تبدیلی کی جائے کہ وہ

عبرانی لگنے لگے مثلاً ''کسلا'' کا نام ''کسلون'' اور ''الجیب'' کا نام ''جبعون'' رکھ دیا گیا۔

بہت سارے راستوں، سڑکوں اور پبلک پلیس کے نام بھی یہودی ناموں سے تبدیل کر دیئے گئے، مثلاً ''تل الشرفۃ'' کا نام ''جبعات ہفتار''، ''باب المغاربہ'' کا نام ''رحوب محسی'' اور ''طریق الواد'' کا نام ''رحوب ہکامی'' رکھ دیا گیا، اس صورت حال میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مدفون تاریخ اور جغرافیا کو دوبارہ زندہ کیا جائے۔

تصویر نمبر (۲-۱۴)

اسرائیل کے ایک راستہ پر سائن بورڈ جس میں عربی خط کو مٹا دیا گیا ہے

گوشوارہ نمبر (۲-۱)

قدس کے دروازوں کے تاریخی نام اور ان کی جگہ پر رکھے گئے عبرانی نام

تاریخی عربی نام	تبدیل کیے ہوئے عبرانی نام
۱-باب الخلیل	شاغر یانو (یافا)
۲-باب الجدید	شاغر ہحداش
۳-باب العمود (دمشق)	شاغر شکیم

۴-باب الزاہرۃ (السامرۃ)	شاغر ہوردس
۵-باب ستنا مریم	شاغر ہآریوت (الاسود)
۶-باب المغاربہ	شاغر ہأ شفا (النفایات)
۷-باب الرحمۃ	شاغر ہرحمیم
۸-باب النبی داؤد	شاغر تنسیون (صہیون)

تصویر نمبر (۲-۱۵)

عرب ناموں کو صہیونی ناموں سے تبدیل کرنا☆

الشكل الرقم (٢ ــ ١٥)

استبدال الأسماء العربية بأسماء صهيونية(*)

قامت سلطات الاحتلال كذلك باستبدال اسماء العديد من الشوراع والساحات والمنشآت التاريخية في القدس ، باسماء عبرية/ صهيونية ، وذلك في اطار سياسة التهويد ، فيما يلي قائمة بالأسماء العربية التي استبدلت باسماء عبرية :

الاسم العربي	الاسم العبري	الموقع
١ – تل المشارف	موشي حاييم شابير	التلةالفرنسية
٢ – باب الخليل	عودة سهيون	ساحة باب الخليل
٣ – طريق سليمان	شارع المظليين	باب العامود حتى ساحة اللتبي
٤ – طريق البراق	يهودا هاليفي	داخل السور
٥ – تل الشرفة	غلمات همفتار	القسم الشرقي من عقبة الشيخ جراح
٦ – باب المغاربة	رحوب بيت محسي	داخل السور
٧ – طريق الواد	رحوب هجاي	من باب العامود حتى باب السلسلة
٨ – حارة الشرف	بسغات لمدخ	داخل السور
٩ – سوق الحصر	حباد	داخل السور
١٠ – عقبة درويش	حبر حاييم	داخل السور
١١ – عقبة غنيم	شوفيه هالكوت	داخل السور
١٢ – طريق العزيز	هاحيم	داخل السور
١٣ – طريق المجاهدون	ديرخ شاعر هيروت	داخل السور
١٤ – عقبة الشيخ جراح	حي اشكول	الشيخ جراح
١٥ – المتحف الفلسطيني	متحف روكفلر	خارج السور
١٦ – مطار القدس	مطار عطاروت	قلنديا / مطار القدس
١٧ – ساحة هيئة الأمم	ساحة صهيون	خارج السور

هذا اضافة الى عشرات الأسماء العربية الأخرى التي قامت سلطات الاحتلال باستبدالها اسماء يهودية .

(*) نجيب الأحمد، تهويد القدس (عمان : منظمة التحرير الفلسطينية، دائرة الإعلام والتوجيه المعنوي، [د.ت.])، ص ٦٦ .

المصدر : نقلاً عن : نواف الزرو، القدس بين مخططات التهويد الصهيونية ومسيرة النضال والتصدي الفلسطينية (عمان : دار الخواجة، ١٩٩١)، ص ٥٩ .

☆ نجیب الاحمد، تهوید القدس (عمان: منظمة التحریر الفلسطینیة، دائرة الاعلام والتوجیه المعنوی [دت] ص٦٦۔

ماخذ: منقول از: نواف الزرو، القدس بین مخططات التهوید الصهیونیة ومسیرة النضال والتصدی الفلسطینیة (عمان: دار الخواجہ، ۱۹۹۱)، ص۵۹۔

گواشوارہ نمبر (۲-۲)

قدس اور اس کے قرب وجوار کی تاریخی جگہوں کے وہ عربی نام جو جون ۱۹۶۷ء کے بعد یہودی ناموں سے تبدیل کر دیئے گئے

عربی نام	تبدیل کئے ہوئے عبرانی نام	سال تبدیلی
۱-الشیخ جراح رقدس کا شمال مغرب	رامات اشکول	۱۹۷۸ء
۲-الشیخ جراح رتل الذخیرہ	غفعات ہمفتار	۱۹۷۳ء
۳-الشیخ جراح رمغرب	صموئیل ہلیفی	
۴-التلۃ الفرنسیۃ	حی شابیرا	۱۹۶۹ء
۵-حی المغاربہ وحی الشرف	ہروفع ہیہودی (یہودی بستی)	۱۹۶۷ء
۶-جبل الزیتون	الجامعۃ العبریۃ (جبل سکوبکس)	۱۹۶۹ء
۷-جبل المکبر	ارمون	
۸-الطالبیۃ الشرقیۃ	تلبیوت الشرقیۃ	۱۹۷۳ء
۹-النبی یعقوب	نفی یعقوب	۱۹۷۳ء
۱۰-قلندیا	عطروت	۱۹۷۰ء
۱۱-النبی صموئیل	رموت	۱۹۷۳ء
۱۲-الخان الاحمر	معالیہ ادومیم	۱۹۷۲ء
۱۳-الجیب	جفعون	۱۹۷۹ء
۱۴-جبع	جفعوت	کفار عتسیون کا شمال مغرب

۱۵-شرفات	غیلو	۱۹۷۳
۱۶-اللطرون	مفوحورون	۱۹۶۹ء
۱۷-عمواس	کندا بارک	
۱۸-خربۃ العدیسۃ	جفعون حدشا	۱۹۸۰ء
۱۹-اللطرون	کندا بارک	۱۹۷۶ء
۲۰-بیتین	بیت ایل	۱۹۷۷

گوشوارہ نمبر (۲-۳)

وہ عرب بستیاں جن کے نام ۱۹۴۸ء کے بعد یہودی ناموں سے تبدیل کر دیئے گئے

عربی نام	عبرانی نام
جورۃ التوت	غفعات رام
القطمون	غونین
ابوالطّور	غفعات حنینا
المعرارۃ	مورشا
تل الغول	غفعات شاؤول
المستعمرۃ الالمانیہ	رفائیم
الطالبیہ	کومیوت
الوعریہ	نفی شانان
وادالمصلبہ	بارک حافیا

خربۃ صالح	کریات شیفع
جبل المحاجر	ہارحو تصغیم
تلۃ شاہین	غفعات ہبور تسیم

۶-الحوض المقدس (یعنی عرب بستیوں کو مٹانے اور انہیں ہڑپنے) کا منصوبہ:

جن عرب بستیوں کو اسرائیلی حکومت مٹانے اور ہڑپنے کا منصوبہ رکھتی ہے انہیں اس کی اصطلاح میں ''الحوض المقدس'' کہتے ہیں، اس کا مقصد یہ ہے کہ شہر قدس کو یہودی اس شکل میں کرسکیں جس کا خواب ان کے آباء واجداد نے تین ہزار سال قبل دیکھا تھا، شہر قدس کے بیس سالہ منصوبہ (۲۰۰۰ء سے ۲۰۲۰ء تک) میں بھی غاصب یہودی میونسپلٹی نے یہی بات کہی ہے، بیسویں صدی عیسوی کی سترہویں دہائی میں قدس میونسپلٹی کے صدر کے مشیر (جو کہ انجینئر تھا) نے اس نسل پرستی کا صراحتاً اظہار کیا تھا، جب سلوان میں واقع حی البستان کے لوگوں نے قدس میونسپلٹی سے یہ درخواست کی کہ حی البستان میں اسکول، کھیل کی جگہیں اور دیگر ضرورت کی چیزیں قائم کردی جائیں تو اس شخص نے یہ کہہ کر اس درخواست کو مسترد کردیا کہ ''ہم یہاں پر قبل مسیح ۹۰ سالوں کو تلاش کررہے ہیں''۔

اس نسل پرستی کا اظہار قدس میونسپلٹی کے ایک دوسرے انجینئر اوری شطریت نے بھی اپنے اس خط میں کیا ہے جو اس نے ۱۱رنومبر ۲۰۰۴ء میں قدس میونسپلٹی کے ڈائرکٹر برائے نگرانی تعمیرات کو بھیجا تھا، اس خط میں انجینئر نے اس علاقہ کی تمام عمارتوں کو منہدم کرنے کا مطالبہ کیا تھا تاکہ یہودی تاریخ اور آثار کی حفاظت کی جاسکے، اس خط کا نص یہ تھا۔

تصویر نمبر (۲-۱۶)

وادی مالک کی غیر قانونی عمارتوں کا انہدام

بلدية القدس
٢١/١١/٢٠٠٤م

إلى: السيد ا. ماي – مدير قسم الرقابة على البناء
من : مهندس المدينة

الموضوع: إزالة الأبنية غير القانونية في وادي الملك

كانت القدس في بداياتها تقع على تلة مدينة داود . يوجد في هذه التلة وحولها أثريات منذ الـ5000 سنة الأخيرة ، وتتمتع هذه الأثريات بقيمة دولية ووطنية عالية وهي تجعل المدينة إحدى المدن الهامة في العالم.
وادي الملك الذي هو احد العناصر الهامة في وادي قدرون يشكل مع مدينة داوود وحدة أثرية كاملة فيها ترتبط كل المواقع الأثرية معا وتشكل عنصرا هاما في فهم الوحدة الكاملة المكونة من أجزاء وفترات تاريخية مختلفة .
منذ بدء التخطيط الحديث في المدينة في فترة الانتداب تقرر أن تكون الأودية المحيطة بالبلدة القديمة (ومنها وادي الملك) مناطق عامة .
وتم تبني هذا الميل من قبل سلطات التنظيم الإسرائيلية . في مخطط ع/م 9 – المخطط الهيكلي للبلدة القديمة وضواحيها والذي اعد في بداية سنوات الـ70 – تم تحديد تعليمات للتخطيط والبناء ، أهداف الأرض ، شبكة الطرق وتعليمات تنظيمية مفصلة للحفاظ على طابع المدينة داخل الأسوار وفي كل منطقة حوض البلدة القديمة .
بموجب مخطط ع/م 9 فان منطقة وادي الملك هي منطقة عامة مفتوحة وطريق .
على ضوء ما سبق اصدر أوامري بإزالة البناء غير القانوني في وادي الملك .

مع الاحترام
المهندس اوري شطريت
مهندس المدينة

نسخة :
السيد ياهوشاع فولك – نائب رئيس البلدية
السيد ايتان ماير – مدير عام البلدية
المهندس ميخا بن نون – مدير قسم الترخيص والبناء
المحامي يوسي حبيلاف – المستشار القانوني للبلدية
المحامية شيري ارنر – هوروبيتس – المستشارة القانونية للجنة المحلية

۷- گھروں کو منہدم کرنے کی پالیسی (۶۳):

شہر قدس کے گھروں کو منہدم کرنے کی پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کی ذمہ داری اسرائیل وزارت داخلہ اور قدس میونسپلٹی کی ہے، ان کارروائیوں کا مقصد یہ ہے کہ فلسطینی شہر قدس میں اپنی تعداد اور مکانات میں اضافہ نہ کر سکیں، ان پریشانیوں اور مجبوریوں کے سبب

قدس کے شہری غیر منظور شدہ مکانات تعمیر کرنے پر مجبور ہیں لیکن اس کی وجہ سے انہیں وزارت داخلہ کی سخت کاروائیوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے، وزارت داخلہ ایسی تمام عمارتوں کو منہدم کر دیتی ہے (۶۴)، مختلف رپورٹوں کے مطابق ۲۰۰۵ء میں قدس میونسپلٹی نے ناجائز تعمیرات کو منہدم کرنے کا حکم صادر کیا، اس حکم پر عمل کرتے ہوئے قدس کے قدیم شہر کے ۹۵ فیصد ناجائز تعمیرات کو منہدم کر دیا گیا جبکہ مغربی قدس میں صرف ۶۰ فیصد ناجائز تعمیرات کو منہدم کیا گیا۔

تصویر نمبر (۲-۱۷)

۱۴/۲/۲۰۰۵ء کو اسرائیلی عدالت سے جاری ہونے والا وہ حکم جس میں علاقہ سلوان کی بستیوں وائل اور جمانہ جلاجل کے مکانات کو منہدم کرنے کا حکم دیا گیا (عبرانی زبان میں)

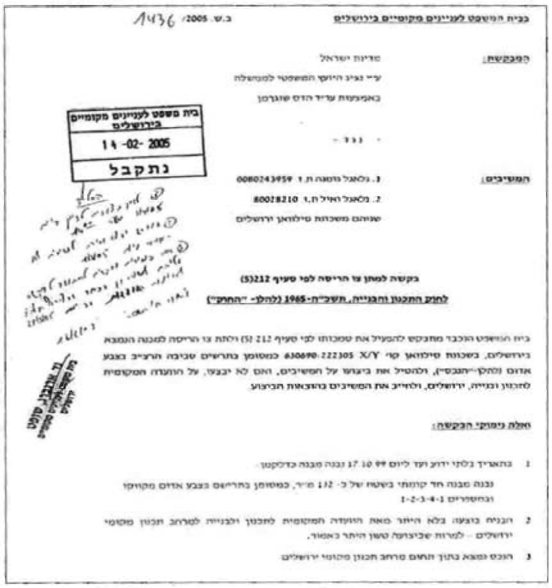

בבית המשפט לעניינים מקומיים בירושלים ב.ש. 2005/ 1436

המבקשת: מדינת ישראל
ע"י נציג היועץ המשפטי לממשלה
באמצעות עו"ד הדס שוגרמן

- נגד -

המשיבים: 1. גלאגל ... ת.ז. 0080243959
2. גלאגל ... ת.ז. 80028210
שניהם משכונת סילואן ירושלים

בית משפט לעניינים מקומיים בירושלים
14-02-2005
נתקבל

בקשה למתן צו הריסה לפי סעיף 212(5)
לחוק התכנון והבנייה, תשכ"ה-1965 (להלן- "החוק")

בית המשפט הנכבד מתבקש להפעיל את סמכותו לפי סעיף 212 (5) וליתן צו הריסה למבנה המובא בירושלים, בשכונת סילואן קו' X/Y 630690-222305 כמסומן בתרשים שביבה הרצ"ב בצבע אדום (להלן-"המבנים"), ולהטיל את ביצועו על המשיבים, ואם לא יבצעו, על הוועדה המקומית לתכנון ובנייה, ירושלים, ולחייב את המשיבים בהוצאות הביצוע.

ואלה נימוקי הבקשה:

1. בתאריך בלתי ידוע ועד ליום 17.10.99 נבנה מבנה כדלקמן:
נבנה מבנה חד קומתי בשטח של כ- 132 מ"ר, כמסומן בתרשים בצבע אדום מקווקו ובחשריים 1-2-3-4-1
2. הבניה בוצעה בלא היתר מאת הוועדה המקומית לתכנון ולבנייה למרחב תכנון מקומי ירושלים – למרות שביצועה טעון היתר כאמור.
3. הנכס נמצא בתוך תחום מרחב תכנון מקומי ירושלים

تصویر نمبر (۲-۱۸)

رجا محمد جلاجل کے گھر کو ان کے بیٹے ہاشم سے بیچنے کے معاہدہ کی فوٹو کاپی، یہ گھر حی البستان (سلوان) میں گذشتہ صدی کے آغاز میں تعمیر کیا گیا تھا

گذشتہ کئی دہائیوں کے درمیان اسرائیلی حکومت نے ۲۵ ر ہزار ایکڑ سے زائد قدس کی زمین پر قبضہ کرلیا ہے، اور اس کے ایک بڑے حصہ پر نوآبادیات قائم کردی ہیں جن میں ابھی ایک لاکھ اسی ہزار سے زیادہ یہودی آباد ہیں، سب سے نمایاں نوآبادیات کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

- غیلو: اس کو ۱۹۷۱ء میں ۱۲۷۰۰ ایکڑ زمین پر قبضہ کرکے آباد کیا گیا۔

- تلبیوت: اس کو ۱۹۷۳ء میں ۱۲۲۴۰ ایکڑ زمین پر قبضہ کر کے آباد کیا گیا۔
- رامات اشکول: اس کو ۱۳۴۰۰ ایکڑ زمین پر قبضہ کر کے آباد کیا گیا۔
- التلۃ الفرنسیۃ: اس کو ۱۸۵۰ ایکڑ زمین پر قبضہ کر کے آباد کیا گیا۔

گوشوارہ نمبر (۲-۴)

۲۰۰۴ء اور ۲۰۰۵ء میں مشرقی قدس میں رہائشی مکانات کا انہدام

سال	تعداد گھر	تعداد افراد
۲۰۰۴	۱۰۴	۳۵۶
۲۰۰۵	۹۴	۲۳۸
کل میزان	۱۹۸	۵۹۴

گوشوارہ نمبر (۲-۵)

مشرقی قدس میں رہائشی مکانات و دیگر تعمیرات کا انہدام (۱۹۹۹-۲۰۰۳ء)

سال	مشرقی قدس-قدس میونسپلٹی	مشرق قدس-وزارت داخلہ	کل میزان
۱۹۹۹	۱۷	۱۴	۳۱
۲۰۰۰	۹۰	۷	۱۶
۲۰۰۱	۳۲	۹	۴۱
۲۰۰۲	۳۶	۹	۴۵
۲۰۰۳	۶۳	۳۳	۹۶
کل میزان	۱۵۷	۷۲	۲۲۹

گوشوارہ نمبر (۲-۶)

مغربی کنارہ میں رہائشی مکانات ودیگر تعمیرات کا انہدام (۱۹۹۹ء-۲۰۰۳ء)

سال	رہائشی ودیگر تعمیرات
۱۹۹۹	۱۰۱
۲۰۰۰	۴۱
۲۰۰۱	۱۸۶
۲۰۰۲	۲۷۶
۲۰۰۳	۳۰۶

دوم: قومی تہذیب وشناخت کومٹانے اور تعلیم کو یہودی رنگ دینے کی کوشش (۶۵):

اسرائیلی حکومت صرف سیاسی وڈیموگریفک تبدیلی کے لئے ہی کوشاں نہیں ہے، بلکہ وہ تہذیبی ودینی تبدیلیوں کے لئے بھی کوششیں جاری رکھے ہوئے ہے، اس کی کوشش یہ ہے کہ شہر قدس کی عرب واسلامی شناخت کوختم کردیا جائے، تعلیم کو یہودی رنگ دے دیا جائے، عربی شناخت کو مٹا دیا جائے اور ان سبھی کو تاریخی ودینی لحاظ سے یہودی شناخت میں تبدیل کردیا جائے (۶۶)۔

۱-شہر قدس میں تعلیم کو یہودی رنگ دینے کی کوشش:

گورنمنٹ اسکولوں میں (تعلیم کے تینوں مراحل میں) عربی منہج تعلیم کو کالعدم قرار دے دیا گیا، اور اس کی جگہ اسرائیلی منہج تعلیم کی ترویج کی گئی (۶۷)، **متحف الآثار الفلسطینی** (فلسطینی میوزیم برائے آثار) پر بھی قبضہ کرلیا گیا، اور ہزاروں عربی واسلامی علمی وتہذیبی کتابوں پر پابندی عائد کردی گئی، نشر واشاعت اور صحافت سے متعلق اداروں کی سخت

نگرانی کی جانے لگی، اس طرح اسرائیلی تعلیمی منہج نے ہر اس چیز کو دور رکھا جو عرب تہذیب اور عرب قومیت کی بات کرتی ہو(٦٨)۔

اسرائیلیوں نے قدس کو یہودی رنگ میں رنگنے کے لئے جو مختلف سرگرمیاں اور کاروائیاں اختیار کر رکھی تھیں، ان میں سب سے تیزی کے ساتھ جس پر وہ عمل پیرا تھے وہ تھا تعلیم کو یہودی رنگ دینا اور اسلامی نظام قضاء کا خاتمہ کرنا (٦٩)، قدس پر قبضہ کرنے کے ابتدائی دنوں سے ہی اسرائیلیوں نے عرب تعلیمی اداروں اور عرب منہج تعلیم کو اپنا نشانہ بنا رکھا تھا، اسرائیلی حکومت نے قدس کے تمام عرب تعلیمی اداروں کو اسرائیلی اداروں کے زیر نگرانی کر دیا تھا، اسرائیلی اداروں نے تعلیم سے جڑے عرب افراد کو ظلم وتشدد اور دہشت گردی کا نشانہ بنایا، انہوں نے ایجوکیشن ڈائرکٹر اور ان کے معاون کو جیل میں ڈال دیا، کیونکہ ان دونوں افراد نے ان کی مرضی کے مطابق ان کے ساتھ تعاون نہیں کیا، ساتھ ہی ساتھ انہوں نے بے شمار اساتذہ کو تدریس سے ہٹا دیا اور تعلیمی اداروں پر بڑے سخت قوانین نافذ کر دیئے(٧٠)۔

غاصب اسرائیلی حکومت نے قدس کے ادارہ برائے تعلیم کو بند کر دیا، اور تمام گورنمنٹ اسکولوں کو (جو اردن وزارت تعلیم کے تحت آتے تھے) اسرائیلی ادارہ برائے تعلیم سے ملحق کر دیا، اور مغربی کنارہ اور غزہ پٹی کے تمام سرکاری اسکولوں کو افسر برائے تعلیم کے زیر نگرانی کر دیا۔

اسرائیلی حکومت نے شہر قدس کے پرائیوٹ اسکولوں سے متعلق ایک ایسا قانون نافذ کیا جس کے ذریعہ اسے ان اسکولوں کی نگرانی کا حق حاصل ہو گیا، اس قانون کا نمبر ٥٦٤ سال ١٩٦٨ء تھا، اس قانون کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ تمام پرائیوٹ اسکولوں کو اسرائیلی وزارت تعلیم سے ملحق کر دیا گیا، ثانوی تعلیم (سیکنڈری ایجوکیشن) کو قدس میونسپلٹی کے ادارہ برائے تعلیم کے زیر نگرانی کر دیا گیا جبکہ پرائمری ایجوکیشن کو اسرائیلی ادارہ برائے تعلیم (**أجهزة المعارف الإسرائيلية**) کے زیر نگرانی کر دیا گیا، اسرائیلی حکومت کی جانب سے انجام دی جانے والی ان

کارروائیوں کے مقاصد مندرجہ ذیل تھے:

۱- اسرائیل میں واقع عرب اسکولوں میں اسرائیلی منہج تعلیم کو نافذ کیا جائے، خصوصاً سوشل سائنس اور ہیومانٹیز سے متعلق مضامین (مثلاً تاریخ اور جغرافیہ وغیرہ) کے ساتھ یہ طریقہ اپنایا جائے تاکہ نئے مفاہیم کو جنم دیا جاسکے۔ اسرائیلی منہج تعلیم بچوں کو شروع سے ہی یہ باور کراتی ہے کہ فلسطین درحقیقت ایک یہودی ملک تھا، اور اب اسے قابض لوگوں سے آزاد کرالیا گیا ہے۔

۲- شہر قدس پر پوری طرح سے اسرائیلی تسلط نافذ کردیا جائے اور مغربی کنارہ میں واقع فلسطینی شہروں سے اس شہر کا ربط مکمل طور پر ختم کردیا جائے۔

۳- عرب تہذیب وثقافت، شہریت اور اخلاقی قدروں کے سلسلہ میں عرب قومیت کے احساس کو ختم کردیا جائے۔

اسرائیلی فلسفۂ تعلیم جن بنیادوں پر قائم ہے وہ یہ ہیں کہ یہودی نوخیزوں اور نوجوانوں کو صہیونی آئیڈیولوجی سے آشنا کرایا جائے، دنیا کے مختلف خطوں میں آباد ہونے کے باوجود ''ایک یہودی قوم'' کے احساس کو مضبوط کیا جائے، اسرائیلی حکومت سے مکمل وفاداری کو لوگوں کے اندر جاگزیں کیا جائے، اور اس بات پر لوگوں کا ایمان پختہ کیا جائے کہ اسرائیلی قوم ہی اعلی وارفع قوم ہے، اس کے بالمقابل اسرائیلی منہج تعلیم نے عربی منہج تعلیم سے قومیت کے احساس کو بالکل نکال دیا، انہوں نے عربی تعلیم میں کوئی بھی ایسی چیز باقی نہیں رہنے دی جس سے ایک فلسطینی کو دوسرے فلسطینی سے اور دوسری عرب قوموں سے اپنے تعلق اور ربط کا احساس پیدا ہوسکے۔

اسرائیلی حکومت کی ان کارروائیوں کے سبب شہر قدس کا تعلیمی ڈھانچہ متزلزل ہوگیا، اور اس پر بڑے گہرے منفی اثرات مرتب ہوئے، اسرائیلی حکومت نے عرب اسکولوں کے لئے ایسے اساتذہ کی تقرری کی، جو مطلوبہ صلاحیتوں کے حامل نہیں تھے، بہت سے اساتذہ ایسے تھے جن کے پاس صرف ثانوی تعلیم کی ہی ڈگری تھی۔ اسرائیلی حکومت نے تعلیم کو ہر ایک کے لئے لازمی

قرار نہیں دیا اور نہ ہی والدین کو اس پر مجبور کیا کہ وہ لازمی طور پر اپنے تمام بچوں کے داخلے اسکول میں کروائیں، تعلیمی پالیسی میں اس لچک کے سبب بہت سارے طلباء نے درمیان میں ہی اپنی تعلیم چھوڑنا شروع کردی۔ اسرائیلی حکومت نے قومی اداروں کو نئے اسکولوں کے قائم کرنے یا قدیم اسکولوں کی توسیع کرنے کے لئے پرمٹ دینے سے بھی انکار کردیا، حالانکہ جن لوگوں کے پاس جائدادیں تھیں ان سے ہر قسم کے ٹیکس وصول کئے جاتے تھے، اور ان کے ساتھ مغربی قدس کے شہریوں جیسا معاملہ کیا جاتا تھا حالانکہ مشرقی ومغربی قدس کے شہریوں کی آمدنی اور طرز معیشت میں نمایاں فرق ہے۔

شہر قدس کے لوگوں اور تعلیمی اداروں (خصوصاً اسکولوں کے ڈائریکٹرس اور اساتذہ) نے اسرائیل کی ان تعلیمی پالیسیوں کی پرزور مخالفت کی، جس کے نتیجہ میں اسرائیل نے بہت سے اساتذہ کو قید کردیا اور ایجوکیشن آفس کو بند کردیا، اور ساتھ ہی ایجوکیشن ڈائرکٹر اور ان کے معاون کو بھی قید کرلیا، اساتذہ کی اکثریت نے ان اسکولوں میں پڑھانے سے انکار کردیا جو وزارت تعلیم کے ماتحت تھے، اور ان میں سے زیادہ تر اساتذہ نے پرائیوٹ اسکولوں کا رخ کیا جو اردنی منہج تعلیم کو اپنائے ہوئے تھے، ساتھ ہی ساتھ ان اساتذہ نے ایک بڑا اہم رول یہ ادا کیا کہ انہوں نے طلباء کے والدین کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے بچوں کو قومی پرائیوٹ اسکولوں میں ڈال دیں خواہ وہ اسکول اسلامی اوقاف کے زیر نگرانی چل رہے ہوں یا کسی مسیحی ادارہ کے زیر نگرانی چل رہے ہوں یا کسی فرد یا سوسائٹی کی ملکیت ہوں۔

مقبوضہ قدس اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں کے اسکول (جو اسرائیلی میونسپلٹی یا اسرائیلی وزارت تعلیم کے ماتحت ہیں) تین مراحل سے گذرے ہیں، وہ مراحل یہ ہیں (۱۷):

- ۱۹۶۷/ ۱۹۶۸ سے ۱۹۷۱/ ۱۹۷۲ء کے درمیان ثانوی مرحلہ (Secondary) کی کلاسیس میں اسرائیلی سرکاری منہج تعلیم کو نافذ کرنے کا مرحلہ۔

- ۱۹۷۱/۱۹۷۲ سے ۱۹۷۲/۱۹۷۳ کے تعلیمی سال کے دوران یکساں اسرائیلی منہج تعلیم کو نافذ کرنے کا مرحلہ۔
- ۱۹۷۳/۱۹۷۴ء میں ثانوی مرحلہ میں دوبارہ اردنی منہج تعلیم کو نافذ کرنے کا مرحلہ، پھر ۱۹۷۸/۱۹۷۹ء میں اعدادی مرحلہ (Prepratory) میں اردنی منہج تعلیم کو نافذ کیا گیا، اس کے بعد ۱۹۸۰/۱۹۸۱ء میں ابتدائی مرحلہ (Primary) میں اردنی منہج تعلیم کو نافذ کیا گیا اور ساتھ ہی اس بات کا بھی خیال رکھا گیا کہ عبرانی زبان اور اسرائیلی مدنیات میں اسرائیلی منہج تعلیم کو نافذ کیا جائے۔

گوشوارہ نمبر (۲-۷) سے واضح ہوتا ہے کہ سرکاری اسکولوں میں اسرائیلی منہج تعلیم نافذ کرنے کے سبب طلباء نے بہت تیزی کے ساتھ پرائیوٹ اسکولوں کا رخ کرنا شروع کردیا، اس گوشوارہ سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۶۷/۱۹۶۸ء اور ۱۹۷۰/۱۹۷۱ء کے درمیان ان اسکولوں میں طلباء کی تعداد دوگنی سے زائد ہوگئی۔

گوشوارہ نمبر (۲-۷)

اسرائیلی منہج تعلیم نافذ کئے جانے کی مدت کے دوران قدس کے پرائیوٹ اسکولوں میں طلباء اور مختلف شعبہ جات کی تعداد

	ابتدائی مرحلہ		اعدادی مرحلہ		ثانوی مرحلہ		کل	
سال	شعبے	طلباء	شعبے	طلباء	شعبے	طلباء	شعبے	طلباء
۶۸/۶۷	۷۷	۲۴۲۰	۳۴	۹۳۶	۳۷	۹۰۲	۱۴۸	۴۲۵۸
۷۱/۷۰	۱۳۴	۴۶۲۳	۶۵	۲۰۵۰	۶۵	۱۹۱۷	۲۶۴	۸۵۹۰
۷۶/۷۵	۱۶۴	۵۹۶۳	۸۰	۲۵۶۰	۹۲	۲۶۰۴	۳۳۶	۱۱۱۲۷

ماخذ: سلسلة تقارير الوضع الراهن الرقم (۵): احصاء ات التعليم فی الضفة الغربية وقطاع غزة، فلسطینی مرکزی ادارہ برائے اعداد وشمار

- یکساں منہج تعلیم کے نفاذ کا مرحلہ:

۱۹۶۷ء کے بعد پہلے تین سالوں میں قدس کے سرکاری اسکولوں میں اسرائیلی منہج تعلیم نافذ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان اسکولوں (خصوصاً اعدادی وثانوی مرحلوں) کا تعلیمی ڈھانچہ ہی ہل کر رہ گیا، ہزاروں طلباء نے سرکاری اسکولوں کو چھوڑ دیا، ۱۹۷۰ء/۱۹۷۱ء میں الرشیدیہ اسکول نے اپنے بند ہونے کا اعلان کردیا، اس صورت حال نے غاصب اسرائیلی حکومت اور اس کے ماہرین تعلیم کو پریشان کردیا، لہذا انہوں نے اس کا ایک حل تلاش کیا، وہ حل تھا ایک یونیفائڈ پروگرام (البرنامج الموحد) کا نفاذ۔

اس پروگرام کا خلاصہ یہ تھا کہ اسرائیل میں واقع عرب اسکولوں میں اسرائیلی منہج تعلیم کو غیر محسوس طریقہ سے مکمل کیا جائے، اس طور پر کہ اس منہج تعلیم کے کسی مضمون کو باقاعدہ نہ پڑھایا جائے، بلکہ کچھ اضافی تعلیمی اوقات کا اضافہ کردیا جائے اور ثانویہ عامہ (Secondary) کے امتحان میں اس میں سے کچھ سوالات کئے جائیں۔

اردنی منہج تعلیم کو قدس کے اسکولوں میں نافذ کرنے کے لئے اسرائیلی وزارت تعلیم نے یہ شرط رکھی کہ اس میں عبرانی زبان اور ''اسرائیلی حکومت'' کے مضامین کو بھی پڑھایا جائے اور ہیومانٹیز کی کتابوں میں کچھ تبدیلیاں کی جائیں، جس نصاب تعلیم کو پڑھانے کی اجازت دی گئی اس میں مندرجہ ذیل تبدیلیوں کی تجویز رکھی گئی:

۱- جغرافیائی نقشوں اور دیگر پڑھائے جانے والے مضامین سے ''فلسطین'' لفظ ہٹا کر اس کی جگہ پر لفظ ''اسرائیل'' کا استعمال کیا جائے۔

۲- مختلف آثار قدیمہ اور جغرافیائی جگہوں کے عربی نام استعمال نہ کئے جائیں، بلکہ ان کی جگہ پر عبرانی نام استعمال کئے جائیں، مثلاً ''الضفة الغربية'' کے بجائے ''یہودا والسامرة'' اور

''سہل مرج بن عامر'' کے بجائے ''سہل عیمق بزراعیل'' استعمال کیا جائے۔

۳- مدینۃ القدس کے بجائے لفظ یروشلم کا استعمال کیا جائے، اور اسے اسرائیل کی راجدھانی کے طور پر متعارف کرایا جائے۔

۴- ملک میں موجود یہودی آثار قدیمہ کو واضح کر کے بیان کیا جائے اور عرب واسلامی آثار کو دبا دیا جائے۔

۵- بہت سارے عربی ناموں کو عبرانی ناموں سے تبدیل کر دیا جائے۔

ساتھ ہی ساتھ اسرائیلی حکومت نے تمام ہیومانٹیز کی کتابوں (خصوصاً دینی وعربی زبان کے مضامین کی کتابوں) میں ایسے مفاہیم اور مضامین کو داخل کر دیا جس کو پڑھنے کے بعد طلباء کے اندر عدم مزاحمت کا مزاج بن جائے، ان مضامین سے روحانی مواد (مثلاً عبادات، سوشل وچیریٹیبل ورک وغیرہ) کو ختم کر دیا گیا اور ایسے اقدار کو بھی نکال دیا گیا جو لوگوں کو اسرائیلی ناجائز قبضہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے پر ابھار سکیں، قدس کے سرکاری اسکولوں میں جس نصاب کو پڑھانے کے لئے منظور کیا گیا اس میں یہودی تاریخ پر خصوصی توجہ دی گئی اور عرب قوموں کی تحریک مزاحمت سے متعلق تاریخ میں تحریف وتبدیلی کر دی گئی، حالانکہ اس نصاب میں اسرائیلی جنگوں کے مقتولین، یوم آزادی، اسرائیلی حکومت کی تاریخ اور یہودی شخصیات پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔

اسرائیلی حکومت فوری طور پر ان اسکولوں اور یونیورسٹیز کو بند کر دیتی ہے جہاں کے طلباء اس ناجائز قبضہ کے خلاف ذرا بھی مزاحمت کرتے ہیں، مثال کے طور پر ۱۹۷۶ء میں اسرائیل نے مزاحمت کرنے کی پاداش میں ۱۳۲ اسکولوں کو بند کر دیا تھا (۷۲)۔

-قدس میں تعلیم کی موجودہ صورت حال:

قدس کی موجودہ تعلیمی صورت حال بہتر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں تعلیم کی نگرانی

کرنے والے ادارے ایک سے زائد ہیں، کوئی ایک بھی ایسا مرکزی فلسطینی قومی تعلیمی ادارہ نہیں ہے جو ان مختلف اداروں کی نگرانی کر سکے، فلسطینی قومی شناخت کو نمایاں کر سکے، تعلیمی ماحول کو بہتر بنا سکے اور تعلیم کے معیار میں بہتری لا سکے۔

اسرائیلی سرکاری سپروائزری اتھارٹی کے علاوہ کچھ اور بھی سپروائزری اتھارٹیز موجود ہیں مثلاً سلطة اشراف دائرة الاوقاف الاسلامیه العامة جو ۲۲/اسکولوں، لڑکوں اور لڑکیوں کے دوشرعی مدرسوں اور قرآن کریم کے حفظ کے مراکز کی رمزی طور پر نگرانی کرتی ہے، سلطة المدارس الأهلية والطائفية اور سلطة وكالة الغوث الدولية (UNRWA)، چونکہ قدس میں تعلیمی اداروں پر نگرانی کرنے والے ادارے زائد از ایک ہیں اور وہ سب کسی ایک مرکزی اتھارٹی کے ماتحت نہیں ہیں اس کی وجہ سے تعلیم پر بڑے گہرے منفی اثرات مرتب ہوئے، مثلاً تعلیم کا معیار گر گیا، طلباء میں درمیان سے ہی تعلیم چھوڑ دینے کا رجحان عام ہو گیا، کوئی ایسا قانون بھی نہیں ہے جو تعلیم کو ہر ایک کے لئے لازمی قرار دے، اس صورتحال کی وجہ سے ایک ایسی نسل سامنے آئی جو بالکل ان پڑھ ہے، اور ساتھ ہی ساتھ قدس کے مختلف تجارتوں کو مطلوبہ تعلیم سے آراستہ اور مطلوبہ ہنر کے ماہر ملازمین نہیں مل پا رہے ہیں۔

۲-نسلی تفریق کی دیوار (Apartheid Wall):

اسرائیلی حکومت نے ۱۶/جون ۲۰۰۲ء (۴۷) کو سرکاری طور پر اعلان کیا کہ وہ گرین لائن کے ساتھ ساتھ ایک دیوار تعمیر کرے گی، اس دیوار کے چار مراحل تھے، ان میں سے تین کو A.B.C کا نام دیا گیا اور چوتھے مرحلہ کو D کا نام دیا گیا، یہ درحقیقت ایک دیوار علاحدگی (Seperation Wall) ہے جو مغربی کنارہ کی زمینوں کو علاحدہ کر دیتی ہے، اس دیوار نے

مغربی کنارہ کے فلسطینی حصہ کی ۵۸ فیصد زمین کا استعمال کیا ہے، قدس کے گرد اس دیوار علاحدگی کو تعمیر کیا گیا، حالانکہ قدس کے اردگرد پہلے ہی سے نوآبادیات کی ایک باڑ بنائی جا چکی تھی، ان ساری کاروائیوں کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس علاقہ کی آبادی کے تناسب میں اس طرح تبدیلی پیدا کی جائے کہ وہ اسرائیلیوں کے حق میں ہو جائے۔

اس طرح سے دیوار قائم کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دو یا دو سے زائد حکومتوں کے درمیان (طبعی حدود کے مطابق یا باہمی اتفاق کے مطابق) علاحدگی کر دی جائے، اس میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ یہ علاحدگی صرف کسی ایک فریق کی مرضی کے مطابق نہ ہو۔ اسرائیلی اس دیوار کے لئے الجدار الآمن (محفوظ دیوار) یا السور الواقی (دفاعی فصیل) کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کے حدود کے باہر دوسرے حدود کی حفاظت کی جائے، اسرائیل نے لبنان کے جنوبی علاقہ کو (جو ان کی حدود سے باہر تھا) الحزام الامنی (سلامتی بیلٹ) کا نام دیا تھا، اس اصطلاح کا استعمال دوسرے کی زمین پر قابض ہونے کی صورت میں کیا جاتا ہے، جبکہ الجدار العازل اور جدار الفصل العنصری سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اس دیوار کا مقصد مغربی کنارہ کے علاقوں کو ایک دوسرے سے علاحدہ کرنا ہے تا کہ وہ ایک دوسرے سے مربوط نہ رہ سکیں (۷۵)۔

دیوار علاحدگی درحقیقت ایک سیاسی دیوار ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ قضیہ قدس کے سلسلہ میں اس حل کو پیش کیا جائے جو اسرائیل چاہتا ہے، اس طرح اس دیوار کے ذریعہ اسرائیل جس زمین پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اس پر بآسانی قابض ہو جائے گا، اپنی قائم کردہ نوآبادیات کو باقی رہ سکے گا، فلسطین کو کینٹنس (چھوٹے چھوٹے علاقے جو ایک دوسرے سے مربوط ہوں) کی شکل میں تبدیل کر سکے گا اور فلسطینی شہروں کا محاصرہ کر لے گا، اس دیوار کے ذریعہ سے اسرائیل کو یہ بھی فائدہ ہوگا کہ وہ گاؤں، وہاں کے باشندوں اور ان کی زرعی زمینوں کو ایک دوسرے سے جدا

کردے گا، اوراس طرح کسانوں کا اپنی زمینوں سے تعلق ختم ہوجائے گا اور اسرائیل ان زمینوں پر بآسانی قابض ہوسکے گا (۷٦)۔

یہ دیوار فلسطین کے ڈیموگریفک اور جغرافیائی وجود کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے، فلسطینی تحریک آزادی (منظمة التحرير الفلسطينية) کی ایکزیکیٹو کمیٹی کے رکن تیسیر خالد نے اس دیوار کے سلسلہ میں کہا ہے کہ یہ مغربی کنارہ میں قائم کئے جانے والے نوآبادیاتی پروجیکٹ کا ایک خطرناک حصہ ہے، یہ دیوار مغربی کنارہ کی زمینوں پر واقع ۱۵۵ نوآبادیات میں تقریباً دولاکھ چھتیس ہزار یہودیوں کو رہنے کا موقع فراہم کرے گی (۷۷)۔

پہلے مرحلہ میں یہ دیوار مغربی کنارہ کی مکمل ۱۰۷ کلومیٹر کی زمین پر قبضہ کرکے تعمیر کی گئی ہے، ۳۱ کنویں بھی اس دیوار کی نذر ہوگئے، ساتھ ہی یہ دیوار ۱٦ فلسطینی گاؤں کے بارہ ہزار باشندوں کو دیوار علاحدگی اور گرین لائن کے درمیان بالکل الگ تھلگ کردیتی ہے (۷۸)، ان ۱٦ گاؤں کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

گوشوارہ نمبر (۲-۸)

فلسطینی علاقے جنہیں دیوار علاحدگی کی تعمیر کے پہلے مرحلہ میں اس دیوار اور گرین لائن کے درمیان الگ تھلگ کردیا گیا

سیریل نمبر	نام گاؤں	کل آبادی
۱	باقة الشرقية	۳۷۰۰
۲	برطعة الشرقية	۳۲۰۰
۳	نزلة عيسى	۲۳۰۰
۴	أم الريحان	۴۰۰

۵	خربۃ جبارۃ	۳۰۰
۶	رأس الطیرۃ	۳۰۰
۷	عرب الرماضین الجنوبی	۲۰۰
۸	عرب الرماضین الشمالی	۵۰
۹	خربۃ الضبع	۲۰۰
۱۰	خربۃ الشیخ سعد	۲۰۰
۱۱	خربۃ ظہر المالح	۲۰۰
۱۲	نزلۃ ابونار	۲۰۰
۱۳	خربۃ عبداللہ آل یونس	۱۰۰
۱۴	عرب ابوفروہ	۷۵
۱۵	وادی الرشا	۱۰۰
۱۶	خربۃ منطار الغربیۃ	۲۵
	کل میزان	۱۱۵۵۰

ماخذ:أوقفوا جدار الفصل العنصری فی فلسطین: حقائق، شهادات، تحلیل، ودعوة للعمل، شبكة المنظمات البیئیة الفلسطینیة(PENGON)،قدس(۲۰۰۳ء)،ص:۳۲-۳۳۔

گوشوارہ نمبر(۲-۹)

دیوار علاحدگی کی تعمیر میں ۲۰۰۶/۴/۳۰ء تک کی پیش رفت

مرحلہ	لمبائی (کلومیٹر)	دیوار کی کل لمبائی کا تناسب (٪)
جتنے حصہ کی تعمیر مکمل ہو چکی	۳۶۲	۵۱
جتنے حصہ پر تعمیر ابھی جاری ہے	۸۸	۱۳

جتنے حصہ کی تعمیر ابھی باقی ہے	۲۰۳	۳۶
کل	۶۵۳	۱۰۰

گوشوارہ نمبر (۲-۱۰)

دیوار علاحدگی سے متاثر فلسطینی معاشرہ

مقام	گاؤں اور شہروں کی تعداد	آبادی	مغربی کنارہ کی آبادی کا تناسب
اصل دیوار کے مغرب میں واقع علاقے	۵۳	۱۱۵۵۰۰	۵
اصل دیوار کے مشرق میں واقع علاقے (☆)	۲۸	۱۴۷۷۰۰	۶ء۴
مشرقی قدس	۲۳(☆☆)	۲۱۰۰۰۰	۹ء۱
وہ گاؤں اور شہر جو دیوار کے مشرقی جانب کے بالمقابل واقع ہیں	۱۰۲	۴۰۲۴۰۰ (☆☆☆)	۱۷ء۵
کل	۲۰۶	۸۷۵۶۰۰	۳۸

(☆) اس میں وہ گاؤں اور شہر بھی آتے ہیں جو اصل دیوار سے گھرے ہوئے ہیں اور وہ بھی جو دوسری دیوار سے گھرے ہوئے ہیں۔

(☆☆) وہ فلسطینی بستیاں جو قدس میونسپلٹی کے حدود پر واقع ہیں۔

(☆☆☆) ان گاؤں اور شہروں کی مکمل آبادی جن کی زمین کا کچھ حصہ دیوار کے مغربی جانب باقی رہ گیا ہے۔

ماخذ: مركز المعلومات الوطني الفلسطيني (http://www.prie.gov.ps)

نقشہ نمبر (۳-۱)

اپارتھائیڈ وال (نسلی تفریق کی دیوار) کے حدود

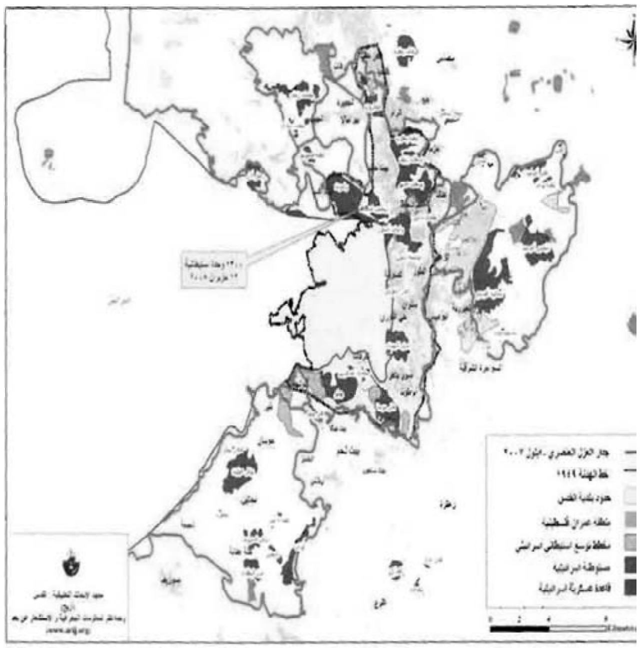

نسلی تفریق کی اس دیوار کا مقصد یہ ہے کہ تمام عرب بستیوں کو شہر قدس سے مکمل طور پر علاحدہ کر دیا جائے (۷۹)، شہر قدس کے خاندانوں اور وہاں کی معیشت و تعلیم پر اس دیوار کے بڑے تباہ کن اثرات مرتب ہو رہے ہیں، الصلیب الاحمر (Red Cross) کا خیال ہے کہ یہ دیوار قدس کو مغربی کنارہ سے علاحدہ کرتی ہے اور شہر میں مقیم لوگوں کی آزادانہ نقل و حرکت پر روک لگاتی ہے، اس ایجنسی کے مطابق اسرائیل مشرقی قدس میں اپنی مختلف کاروائیوں و سرگرمیوں کے ذریعہ بین الاقوامی انسانی قانون کا مذاق اڑا رہا ہے، یہ دیوار ایک ایسے جغرافیائی علاقہ میں واقع

ہے جہاں پرنو آبادیات قائم ہیں اور جو نو آبادیات قدس کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں، اس دیوار نے فلسطینی علاقوں کو الگ چھوڑ دیا ہے اور انہیں چھوٹے چھوٹے الگ تھلگ علاقوں کی شکل میں کر دیا ہے (۸۰)۔

قومی ادارہ برائے حفاظت اراضی فلسطین (المکتب الوطنی للدفاع عن الاراضی فی فلسطین) کا کہنا ہے کہ قدس میں اس دیوار کی تعمیر جب مکمل ہو جائے گی تو اس کے بڑے خطرناک اثرات ظاہر ہوں گے، کیونکہ گریٹر قدس پروجیکٹ کے تحت بنائی جانے والی اس دیوار کا مقصد فلسطینی آبادی کو ۳۵ فیصد سے کم کر کے گریٹر قدس میں ۲۲ فیصد کرنا ہے، اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیلی حکومت شہر قدس کو یہودی بنانا چاہتی ہے، اس صورت حال کے سیاسی اثرات بھی مرتب ہوں گے جو اثرات دور سے حالات کا جائزہ لینے والوں سے بھی مخفی نہیں رہ سکتے۔ اس ادارہ سے شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق اس دیوار کی وجہ سے فلسطین کے حدود نے ایسی شکل اختیار کر لی ہے کہ اس صورت میں ایک ایسے فلسطین کے قیام کی امیدیں کم ہو جاتی ہیں جو ترقی کر سکے، اس کی تائید اس روڈ میپ سے بھی ہو جاتی ہے جس کی موافقت شارون حکومت نے کر دی ہے اور جس کو یہ حکومت سیاسی تصفیہ کے لئے اختیار کرنا چاہتی ہے، اس صورت حال کا عملی مطلب یہ ہے کہ مغربی کنارہ کے لوگوں کی خودمختاری کو فوجی طاقت اور یکطرفہ کارروائی کے ذریعہ نافذ کیا جائے (۸۱)۔

جمعية الإغاثة الزراعية کی ایک رپورٹ کے مطابق ''قدس میں اس نسلی تفریق کے منصوبہ کے نفاذ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قدس کے کم سے کم ۵۰ ہزار شہری اور ہزاروں بدو دیوار علاحدگی کے باہر قدس کے جنوب میں الگ تھلگ ہو کر رہ جائیں گے، اور قریۃ النعمان سے لے کر الزعیم فوجی چوکی کے درمیان موجود ہزاروں درخت بھی کاٹ دیئے جائیں گے''۔

اس رپورٹ کے مطابق قدس کی بہت سی ایسی بستیوں کو اس دیوار سے علاحدہ رکھا گیا

ہے جن کی آبادی بہت زیادہ ہے اور وہ قدس میونسپلٹی کے تحت آتی ہیں، جبکہ بہت سی ایسی دور دراز کی بستیوں کو اس میں شامل کرلیا گیا ہے جن کی آبادی بھی زیادہ نہیں ہے اور جن کا کل رقبہ دس بیس ایکڑ ہے، یہاں کی زمینوں کے مالک وہ لوگ ہیں جن کے پاس قدس کی شہریت ہے، لیکن ان زمینوں کے ساتھ اُن زمینوں کا سا معاملہ کیا جارہا ہے جن کے مالکوں کا علم نہ ہو، رپورٹ کے مطابق قدس میں موجود ہزاروں زیتون کے درختوں کو کاٹ دینے کے سبب اس شہر میں تیل کی پیداوار پر بہت زیادہ اثر پڑا ہے، بلکہ اس شہر کی مجموعی اقتصادی حالت بھی بہت زیادہ متاثر ہوئی ہے، جس کے اسباب یہ ہیں کہ اس شہر اور اس کے گردونواح کے علاقوں کا مکمل محاصرہ کر رکھا گیا ہے، دیوار کی تعمیر کے سبب لوگوں نے نقل مکانی شروع کردی ہے، اور دیگر بہت سارے معاشی وڈیموگریفک مشکلات سامنے آنے لگے ہیں مثلاً لوگوں کو قدس کے ہسپتالوں اور دینی جگہوں تک پہنچنے کی سہولیات نہیں ہیں، طلباء بآسانی اپنے اسکولوں اور یونیورسٹیز تک نہیں پہنچ پارہے ہیں وغیرہ۔

اس دیوار کی تعمیر کے ابتدائی اثرات یہ ہیں کہ شہر قدس کے مختلف علاقوں (وادالحمص، دیرالعمود، المنطار، السلالم) کے گاؤں کو الگ تھلگ کردیا گیا ہے، ان علاقوں کا رقبہ ۱۱۶۶۱ ایکڑ ہے، یہاں پر ایک ہزار لوگ آباد ہیں، ان میں سے ۱۵۰ طالب علم ہیں اور ان سب کے پاس قدس کی شہریت ہے، اس دیوار نے ان علاقوں کی ۱۱۴۴ ایکڑ زمین (صور باہر میں) ہڑپ لی ہے، جن میں سے ۱۳۴ ایکڑ زمین پر ۴۰۰۰ زیتون کے درخت لگے ہوئے ہیں، ان میں سے ۵۰ درختوں کو الشیخ سعد اور وادالحمص کے پاس کاٹ دیا گیا ہے، ان علاقوں میں متعدد گھروں کو بھی منہدم کردیا گیا ہے، کیونکہ ان کے مکینوں کے پاس قدس میونسپلٹی کی جانب سے جاری کیا جانے والا پرمٹ برائے تعمیر نہیں تھا۔

اس رپورٹ کے مطابق اس دیوار نے الشیخ سعد گاؤں کے ایک حصہ کو بھی الگ کردیا

ہے حالانکہ وہ قدس میونسپلٹی کے تحت آتا ہے، فی الحال مٹی کے تودوں کے ذریعہ سے الگ کردیا گیا ہے، اس دیوار کی تعمیر کے لئے جبل المکبر کے پاس ۲۵۰ زیتون کے درخت کاٹ دیئے گئے ہیں، اس علاقہ میں تقریباً ۱۵/رہائشی اکائیاں ہیں جو اس دیوار سے متاثر ہوں گی اور اس کے ساتھ ساتھ سیکڑوں مزید درختوں کو بھی کاٹ دیا جائے گا، یہ دیوار وادی ابوعلی کو بھی الگ کردیتی ہے جو کہ زیتون کے درختوں سے بھرا ہوا ہے، اسی طرح یہ دیوار ان علاقوں کے تقریباً ۱۵۰۰ لوگوں کو علاحدہ کرتی ہے، حالانکہ ان تمام لوگوں کے پاس قدس کی شہریت ہے (۸۲)۔

یوروپی یونین کی ایک خفیہ رپورٹ برطانوی روزنامہ گارجین کے ہاتھ لگی جسے اس نے مارچ ۲۰۰۹ء کو شائع کیا، اس کے مطابق اسرائیلی حکومت نے مغربی کنارہ میں دیوار علاحدگی تعمیر کرنے کے لئے نوآبادیات کی توسیع، گھروں کے انہدام اور نسلی امتیاز کے جو طریقے اختیار کررکھے ہیں یہ سب درحقیقت مشرقی قدس کو ناجائز طریقے سے مغربی قدس میں ضم کرنے کے مختلف ذرائع ہیں، اسرائیل کی جو بھی سرگرمیاں ہیں (خواہ وہ نئے نوآبادیات قائم کرنے سے متعلق ہوں یا دیوار علاحدگی کی تعمیر، نسلی امتیاز، گھروں کے انہدام، گھروں کی تعمیر کے لئے پرمٹ نہ جاری کرنے اور فلسطینی اداروں کو مقفل کرنے سے متعلق ہوں) ان تمام کا مقصد یہی ہے کہ مشرقی قدس میں یہودی واسرائیلی وجود کو بڑھایا جائے، شہر کے فلسطینی معاشرہ کو کمزور کیا جائے، فلسطینی شہری ترقی میں رکاوٹ پیدا کی جائے اور مشرقی قدس کو مغربی کنارہ کے باقی ماندہ حصوں سے جدا کردیا جائے۔

یوروپی یونین کی ایک رپورٹ کے مطابق اسرائیل کی جانب سے گھروں کو منہدم کرنے کی کاروائیاں بین الاقوامی قانون کی روشنی میں قانونی حیثیت نہیں رکھتیں، ان کا کوئی واضح مقصد بھی سامنے نہیں آتا، یہ انہدامی کاروائیاں انسانیت کے لئے بہت بڑا خطرہ ہیں، اور شدت پسندی کو بڑھاوا دیتی ہیں۔

نقشہ نمبر (۳-۲)

نقشہ رام اللہ

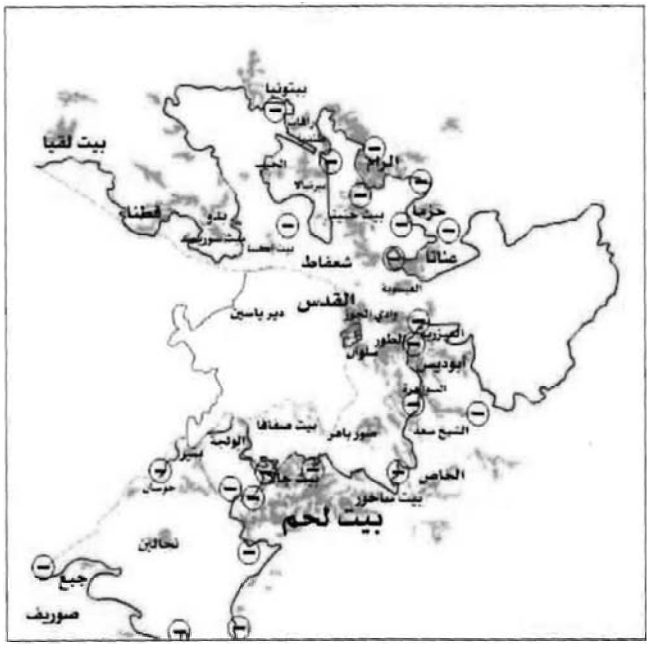

-دیوار علاحدگی کے اندر موجود قدس کے اسکولوں پر اس دیوار کے اثرات:

تربیۃ ضواحی القدس کے نائب مدیر ایوب الرفاعی کہتے ہیں کہ اس دیوار کے سبب شہر قدس اور اس کے اردگرد کے علاقوں کے تعلیمی اداروں کو بڑی صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، طلباء واساتذہ دیوار کے دوسری جانب موجود اپنے اسکولوں تک پہنچ نہیں پا رہے ہیں، اسی طرح دیوار کے باہری حصوں پر جو چوکیاں قائم کر دی گئی ہیں وہاں پر طلباء واساتذہ کو کافی تاخیر ہو جا رہی ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قدس ایک تقسیم کی صورت حال سے گذر رہا ہے، اس صورت

حال سے مغربی کنارہ کی مکمل ٹریجڈی سامنے آجاتی ہے، قدس کے سرکاری اسکولوں کی صورت حال جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ان حقائق کا جائزہ لیا جائے جو بالکل واضح اور عیاں ہیں۔

جب سے اسرائیل شہر قدس پر قابض ہوا ہے ایک لمحہ کے لئے بھی وہ اس شہر کو یہودی بنانے کی اپنی کوششوں سے باز نہیں آیا ہے، اس سلسلہ میں اسرائیلی حکومت نے تعلیمی ڈھانچہ پر بہت سارے دباؤ ڈالے، اس نے قدس کے اسکولوں کو اپنے قبضہ میں کر کے انہیں اسرائیلی وزارت تعلیم کے ماتحت کر دیا، لیکن ان پر صحیح طرح سے نگرانی کرنے سے غفلت برتی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان اسکولوں کی وہ صورتحال نہیں رہی جس کے لئے وہ ہر جگہ جانے جاتے تھے، اس سلسلہ میں خصوصی طور پر دو اسکولوں کی مثالیں دی جاسکتی ہیں، الراشدیہ اسکول اور عبداللہ بن الحسین اسکول۔

اس پالیسی کی مزاحمت کرتے ہوئے مرحوم حسنی اشہب نے قدس میں موجود دائرۃ الاوقاف العامۃ کے اسکولوں میں ایک سرکاری تعلیمی پروگرام نافذ کیا، اس پروگرام کی وجہ سے ابھی تک قدس کے اسکولوں میں اردنی اور فلسطینی منہج تعلیم نافذ ہے، دیوار کے اندر موجود ایسے اسکولوں کی تعداد ۲۷ ہے، لیکن دیوار کے اندرونی جانب ہونے کی وجہ سے ان اسکولوں کو طلباء اور اساتذہ مہیا نہیں ہو پا رہے ہیں، گوشوارہ نمبر (۲-۱۱) سے یہ صورتحال واضح ہوجاتی ہے۔

گوشوارہ نمبر (۲-۱۱)

دیوار علاحدگی کا شہریوں کی نقل وحرکت پر اثر

	طلباء	اساتذہ	ملازمین
کل تعداد	۹۱۲۵	۵۹۶	۶۸
روزانہ دیوار عبور کرنے والوں کی تعداد	۹۵۷	۱۲۴	۳۳
روزانہ دیوار عبور کرنے والوں کا تناسب (٪)	۲۰	۲۰ء۸	۴۸ء۵

سابقہ گوشوارہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دیوار ۲۰ فیصد طلباء اور اساتذہ کو متاثر کر رہی ہے، اگر چہ وزارت تعلیم نے ان طلباء کے لئے متبادل اسکولوں کا انتظام کر دیا ہے، لیکن کیا اساتذہ کا متبادل پیش کرنا بھی ممکن ہے؟

یہ اساتذہ بڑے باصلاحیت اور اپنے مضامین کے ماہر سمجھے جاتے ہیں، ان کے متبادل اساتذہ کی فراہمی نہایت مشکل ہے، گذشتہ سال وزارت تعلیم نے ان اساتذہ کو پرمٹ جاری کرنے کا اعلان کیا تھا، کچھ ہفتوں بعد صرف چند اساتذہ کو ہی پرمٹ مل سکا، بقیہ کو پرمٹ دینے سے انکار کر دیا گیا، جن اساتذہ کو پرمٹ فراہم کیا جا چکا ہے ان کے ساتھ بھی یہ پریشانی ہے کہ انہیں تین میں سے کسی ایک جگہ سے دیوار کو عبور کرنا پڑتا ہے، وہ تین جگہیں ہیں قلندیا، الزعیم اور قبۃ راحیل، ان تینوں جگہوں تک پہنچنے کے لئے انہیں بڑا لمبا راستہ طے کرنا پڑتا ہے اور بہت دیر تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔

خاتمہ

گذشتہ گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عرب ہی فلسطین کے حقیقی مستحق ہیں، تمام نصوص، دستاویزات، تاریخ اور آثار اسی کی گواہی دیتے ہیں، ان حقائق کے سامنے یہودیوں کے تمام دلائل کمزور ہوجاتے ہیں، یہودیوں کے اس دعوی کی کوئی بنیاد نہیں ہے کہ فلسطین پر انہیں تاریخی حق حاصل ہے، لہذا اس جانب لوٹنا چاہتے ہیں، اس تاریخی حق کی بات صہیونی اس لئے کرتے ہیں کیونکہ ان کے پاس قدس میں اپنی وحشی کارروائیوں کو صحیح ٹھہرانے کے لئے کوئی قانونی جواز اور دلیل حاصل نہیں ہے۔

قضیہ قدس اب دفاع کے اخیر مرحلہ میں ہے، عربوں کے پاس قدس کا ۱۴ فیصد حصہ ہی رہ گیا ہے، ۳۲ فیصد حصہ پر یہودی نوآبادیات قابض ہیں، جبکہ باقی ماندہ ۵۴ فیصد حصہ صہیونی استعماری نوآبادکاری کے زیر اثر ہے۔

قدس کو بچانے کی کوششیں ہر سطح پر تیز سے تیز تر کردینی چاہئیں، اس کے لئے صرف فلسطینیوں کو ہی کوشش نہیں کرنی چاہئے، بلکہ پوری عرب، اسلامی اور مسیحی دنیا کو کوششیں کرنی چاہئیں، غاصب اسرائیلی حکومت نے کسی کی آواز پر بھی کان نہیں دھرا اور نہ ہی ان بین الاقوامی فیصلوں کی رعایت کی جن کے مطابق قدس فی الحال ایک مقبوضہ علاقہ ہے جسے یہودی قبضہ سے چھڑانا نہایت ضروری ہے۔

ابھی تک صہیونی قدس کی زمینوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب رہے ہیں، انہوں نے قدس کے مکینوں کو ان کے وطن سے نکال دیا اور انہیں اپنے وطن سے دور رہنے پر مجبور کیا، یہ

درحقیقت ایک طرح کی جغرافیائی نسل کشی ہے، لیکن صہیونی ابھی تک فلسطینیوں کو ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں، فلسطینی قوم آج تک ان صہیونیوں کے آگے جھکی نہیں ہے(۱)، میں اپنی گفتگو کو کسی کے اس قول پر ختم کرتا ہوں: ''اللہ تعالی نے جمال وخوبصورتی کے دس حصے کئے تو قدس کو ان میں سے ۹ حصے ملے، اسی طرح اللہ تعالی نے غم کے دس حصے کئے تو ان میں سے قدس کو ۹ حصے ملے''(۲)۔

ضمیمہ جات

ضمیمہ نمبر (۱)

یہودیوں کے قومی وطن کا نقشہ جو صہیونی وفد نے پیرس میں ۱۹۹۱ء میں منعقد ہونے والے صلح کانفرنس (مؤتمر الصلح) میں پیش کیا تھا

ماخذ: الوثائق الفلسطينية (قاہرہ: منشورات حركة التحرير الفلسطيني الوطني (فتح)) [د.ت] ص ۳۵۔

ضمیمہ نمبر (۲)

۱۹۶۹/۸/۲۱ء میں مسجد اقصیٰ میں لگنے والی آگ

ضمیمہ نمبر (۳)

فلسطین میں مسجد اقصی کو ہدف بنا کر کی جانے والی کھدائیاں

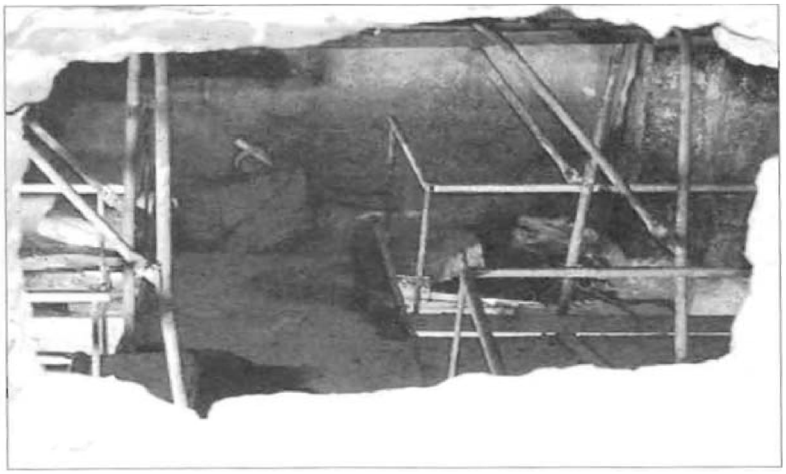

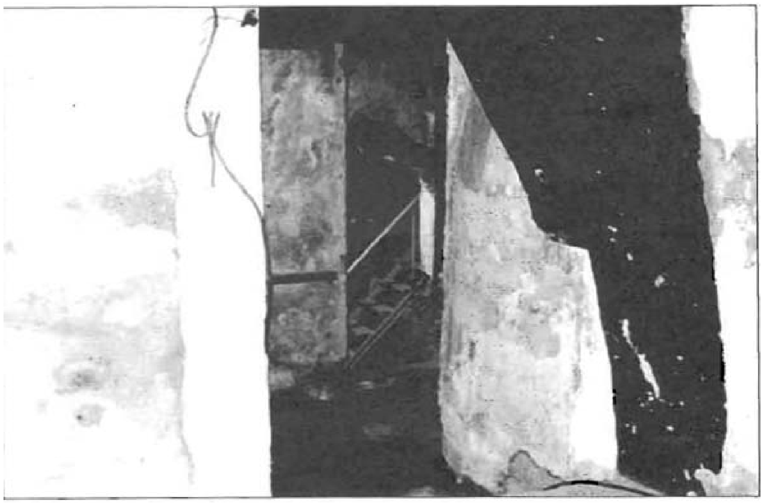

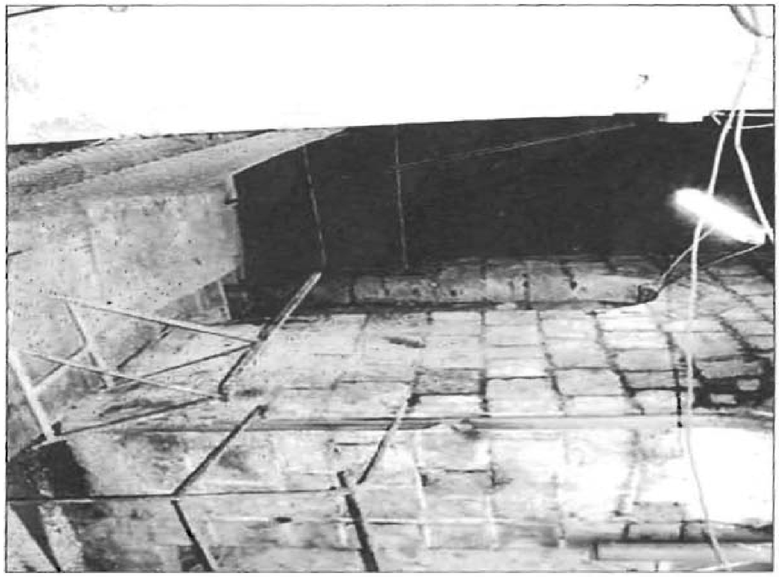

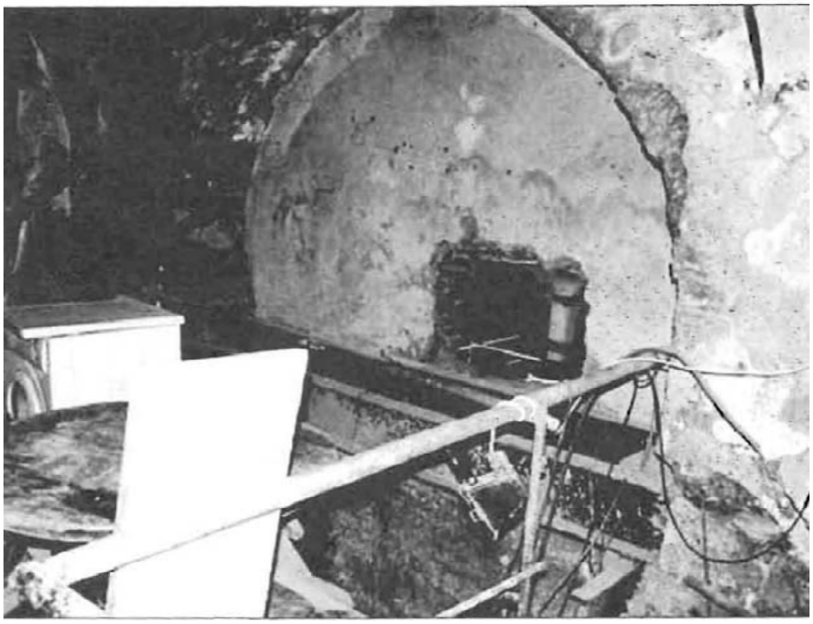

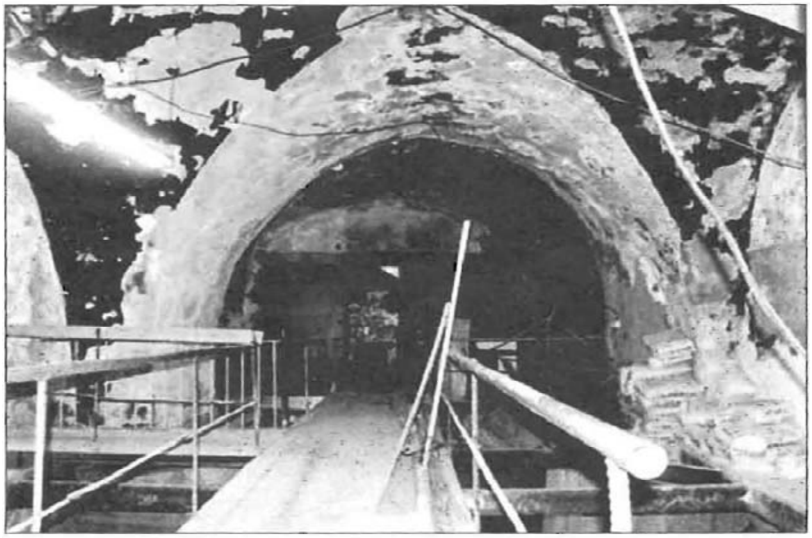

ضمیمہ نمبر (۴)

ہرتزل کا خط سلطان عبدالحمید کے نام ۱۸۹۶/۸/۲۵ء (☆)

ہماری جماعت آپ کو دو کروڑ پاؤنڈ دینا چاہتی ہے، اس رقم کی شکل ٹیکس کی ہوگی جسے فلسطین میں آباد ہونے والے یہودی آپ کی خدمت میں پیش کریں گے، ہماری جماعت کی جانب سے پہلے سال آپ کی خدمت میں ایک لاکھ پاؤنڈ ادا کیا جائے گا، اس رقم میں ہر سال دس لاکھ پاؤنڈ کا اضافہ کیا جائے گا، ٹیکس میں یہ تدریجی اضافہ فلسطین میں یہودیوں کی تدریجی ہجرت پر منحصر ہوگا، جہاں تک تفصیلی لائحہ عمل کا تعلق ہے تو اسے قسطنطنیہ میں ہونے والی میٹنگ میں طے کرلیا جائے گا۔

اس ٹیکس کے عوض آپ یہودیوں کو فلسطین کی جانب ہجرت کی نہ صرف اجازت دیں گے بلکہ تمام ممکنہ ذرائع ووسائل کا استعمال کرتے ہوئے یہودیوں کو اس کی ترغیب بھی دیں گے، آپ کی جانب سے یہودیوں کو فلسطین کے دستور اور حکومت میں خودمختاری بھی عطا کی جائے گی جس کی بین الاقوامی قانون میں ضمانت دی گئی ہے۔

قسطنطنیہ میں ہونے والے مباحثہ میں یہ بات تفصیلی طور پر طے کی جائے گی کہ آپ فلسطین میں یہودیوں کی کس طرح حفاظت کریں گے اور کس طرح قانون اور نظام حکومت سیکورٹی فورسیز کے ذریعہ ان کی حفاظت کرے گا۔

اس کی ایک شکل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آپ یہودیوں کو اپنے آباء واجداد کی سرزمین کی جانب لوٹنے کی دعوت دیں، آپ کی جانب سے جاری ہونے والے اس دعوت کو قانونی حیثیت بھی حاصل ہوگی۔

(☆) یومیات ھرتزل، تیار کردہ: انیس صائغ، ترجمہ: ہلدا شعبان صایغ، فلسطینی کتب سیریز، ۱۰/ط۲ (بیروت: منظمة التحرير الفلسطينية، مركز الابحاث، ۱۹۷۳)۔

ماخذ: ملف وثائق فلسطین: مجموعة وثائق وأوراق خاصة بالقضية الفلسطينية، ۲ج (قاہرہ: وزارة الارشاد القومی، الهيئة العامة للاستعمرات، ۱۹۶۹)، ج۱: ملف وثائق فلسطين من ۶۳۷ الى عام ۱۹۴۹، ص:۸۹۔

☆ ☆ ☆

حواشی

مقدمہ:

(۱) میں نے اس مقدمہ کو قصداً اُس کتاب کے مقدمہ کے مشابہ رکھا ہے جو میں نے ''سقوط سے قبل اندلس کے حالات'' پر لکھی ہے، اس سے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان دونوں ملکوں کے حالات کے درمیان بڑی مشابہت پائی جاتی ہے۔

(۲) مسجد اقصی: مسجد اقصی کا اطلاق اس مسجد پر ہوتا ہے جو حرم شریف کے سامنے کی جانب ہے، یہ مسجد جنوب میں واقع مسجد صخرہ سے تقریباً پانچ سو میٹر کی دوری پر ہے، اندر سے اس کی لمبائی ۸۰ میٹر اور چوڑائی ۵۵ میٹر ہے، مسجد کے آغاز میں ایک گنبد ہے، مسجد کے گیارہ دروازے ہیں، سات دروازے شمال کی جانب، ایک مشرق کی جانب، دو مغرب کی جانب اور ایک جنوب کی جانب واقع ہیں، اسے اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ۶۹۲ء میں تعمیر کیا تھا، اس کی تکمیل خلیفہ ولید بن عبدالملک نے ۷۰۵ء میں کی تھی، اس مسجد کو خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کی جانب منسوب کرتے ہوئے ''مسجد عمر'' کہنا درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت عمرؓ نے جس مسجد کی تعمیر کا حکم صادر کیا تھا وہ اس مبارک بقعہ میں ہے جو حرم شریف کے طور پر مشہور ہے، وہ مشرقی فصیل کے بالمقابل ہے یعنی مسجد اقصی کی موجودہ عمارت کے مشرقی جانب، وہ مسجد کافی وسیع تھی، اس کی چھت لکڑیوں سے بنی ہوئی تھی، اس میں بیک وقت تقریباً تیس ہزار نمازی نماز ادا کرسکتے تھے۔ امام قرطبی اللہ کے قول ''اِلی المسجد الأ قصی'' کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس مسجد کو ''اقصیٰ'' اس لئے کہا گیا کیونکہ اس مسجد اور مسجد حرام کے درمیان کافی دوری تھی، دیکھئے: عارف العارف، **تاریخ قبة الصخرة المشرفة والمسجد الأقصی المبارک ولمحة عن تاریخ القدس** (قدس: مکتبۃ الاندلس، ۱۹۹۵ء) ص: ۱۴۹، احمد عبدربہ البصبوص، **القدس تنادیکم**، (عمان: **دار البشیر للنشر والتوزیع**، ۱۹۹۵ء) ص: ۲۴۴، احمد المرعشلی، عبد الہادی ہاشم، انیس صائغ، **الموسوعة الفلسطینیة**، قسم ۲، جلد ۱۰ (دمشق: **هیئة الموسوعة الفلسطینیة**، ۱۹۸۴-۱۹۹۰ء) ج ۴، ص: ۲۰۴)۔

فصل اول:

(۱) شہر قدس خط طول پر ۳۵° ۱۳۵ ڈگری پر (گرینوچ کے مشرق میں) اور شمال میں خط عرض پر ۳۱° ۴۷ ڈگری پر واقع ہے، یہ سطح سمندر سے ۷۲۰-۸۳۰ میٹر کی بلندی پر ہے، خط مستقیم پر بحر متوسط سے ۵۲ کلومیٹر اور بحر میت کے مغربی جانب سے ۲۲ کلومیٹر اور بحر احمر کے شمالی جانب سے ۲۵۰ کلومیٹر دور ہے، شہر قدس فلسطین کے بالکل وسط میں واقع ہے، اس کے شمال کی جانب رام اللہ اور نابلس ہیں، جنوب کی جانب مدینۃ الخلیل ہے، مشرق کی جانب اریحا ہے اور مغرب کی جانب اللدّ، رملہ، یافا اور غزہ ہیں، قدس کے مختلف نام رہے ہیں: اور سالم، دسلیم، یروشالایم، شلم، شیلم، سلم، یبوس، یابنی، یاباتی، صہیون، موریا، مدینۃ اللہ، مدینۃ داؤد، ایلیا کا بیتولینا، مدینۃ الملک العظیم، آرئیل، بیت المقدس، المدینۃ المقدسہ، مدینۃ السلام، القدس- دیکھئے شہاب الدین ابوعبداللہ بن عبداللہ یاقوت الحموی، معجم البلدان، ۵ ج (بیروت: دار صادر ۱۹۵۵-۱۹۵۷) ص:۲۷۹، ابوالیمن عبدالرحمٰن بن محمد العلیمی، كتاب الأنس الجليل بتاريخ القدس والخليل، ۲ ج (قاہرہ: المطبعة الوهبية، ۱۸۶۶)، نهاية الأرب فى فنون الأدب ۱۳/ ۲۶۲، عارف العارف، المفصل فى تاريخ القدس (قدس: مکتبۃ الاندلس، ۱۹۶۱) ص ا؛ أحمد سوسۃ، العرب واليهود فى التاريخ، سلسلة الكتب الحديثة، ۴۱ بغداد، وزارة الإعلام، ۱۹۷۲) ص ۹؛ سامی سعید الأحمد، تاريخ فلسطين القديم، سلسلة دراسات فلسطينية، ۱۵، (بغداد: مركز الدراسات الفلسطينية، ۱۹۷۹)، ص ۱۶ اور ۲۴، ناجی علوش، القدس الكنعانية، دراسة فى الجغرافية السياسية، یہ پیپر بحوث الندوة العالمية حول القدس وتراثها الثقافى فى إطار الحوار الإسلامى المسيحى میں پیش کیا گیا تھا (رباط: المنظمة الإسلامية للتربية والعلوم والثقافة، ۱۹۹۵)، ص:۸۵، مصطفیٰ مراد الدباغ، بلادنا الفلسطين (الخلیل: مطبوعات رابطة الجامعيين ۱۹۷۵) ص:۹، ق ۲، ص ۱۳)۔

(۲) دیکھئے: عبد التواب مصطفیٰ، التأصيل التاريخى لعروبة مدينة القدس، رؤية، عدد ۲۷ (جنوری ۲۰۰۴ء)۔

(۳) صہیونیت (Zianism): یہ ایک یہودی دینی وسیاسی تحریک ہے، جس کا مقصد فلسطین میں یہودی

سلطنت کا قیام ہے، دنیا کے مختلف خطوں میں سکونت پذیر یہودیوں کو یہ تحریک فلسطین کی طرف ہجرت کرنے کی ترغیب دیتی ہے تاکہ وہاں یہودی نوآبادیات قائم کی جاسکیں، صہیونیت کو پہلی کامیابی اس وقت حاصل ہوئی جب اس نے دوسری جنگ عظیم کے بعد فلسطین میں یہودی سلطنت کے قیام کا اعلان کیا اور بہت سارے ممالک نے اسے قبول بھی کرلیا، نیز اقوام متحدہ میں اسے بحیثیت ایک رکن تسلیم کرلیا گیا، اس تحریک کو برطانیہ اور امریکہ کی مسلسل حمایت حاصل رہی ہے، ان دونوں ممالک نے اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے اپنی مکمل کوششیں صرف کردی ہیں۔ دیکھئے فتحی الأبیاری **الصهيونية، كتابک ۱۳ (مطبعه رياض: دار المعارف السعودية، ۱۹۷۷)۔**

(۴) تل العمارنہ مصر میں نیل کے کنارہ واقع ہے، اس خطہ میں آثار قدیمہ کی دریافت ہوئی جسے ''رسائل تل العمارنة'' کے نام سے جانا جاتا ہے، یہ رسائل درحقیقت بہت ساری تختیوں کا مجموعہ ہیں جو بابلی زبان میں بہت سارے مسماری تحریرات (Cuneiform Transcriptions) ہیں، یہ درحقیقت ان محفوظ کئے جانے والے خطوط کا ایک حصہ ہیں جو فرعون شہنشاہوں اور دوسرے ممالک کے شہنشاہوں کے درمیان لکھے جاتے تھے، تل العمارنہ کا زمانہ چودہ صدی قبل مسیح سے پہلے کا ہے، دیکھئے: الاحمد، **تاريخ فلسطين القديم**، اور **قصة الحضارة في سومر وبابل** ازملرش ایچ، ترجمہ بغداد بکری (بغداد، مطبعۃ الارشاد ۱۹۷۱) ص:۶۸۔ دیکھئے: Tell El Amarna Tablets, 2 Vols.by Samuel A.B Mercer and Ksank Hallock (Torento Macmillon, 1939), vol.1, p.26.

(۵) مسیحی لفظ ''کتاب مقدس'' کا استعمال ''عہد قدیم'' اور ''عہد جدید'' کے لئے کرتے ہیں، ''عہد قدیم'' اصطلاح کا استعمال مسیحیوں کے یہاں یہودیوں کی ''کتاب مقدس'' کے لئے ہوتا ہے، جبکہ ''عہد جدید'' اصطلاح کا استعمال ان اسفار کے لئے ہوتا ہے جن کا ذکر چاروں انجیلوں میں ہے، مزید براں اس اصطلاح کا استعمال رسولوں کے اعمال اور رسائل کے لئے بھی ہوتا ہے (ستائیس اسفار) دیکھئے جون بالکین (ودیگر) **مدخل إلى الكتاب المقدس**، ترجمہ نجیب الیاس (قاہرہ: دار الثقافہ، ۱۹۹۳) ص:۱۱-۱۲)۔

(۶) ظفر الاسلام خان: **تاريخ فلسطين القديم** (بیروت: دار النفائس، ۱۹۷۳)، ص:۱۵۔

Archaeology in the holy land, kathleem M.kenyan, Praeger Paperback: p-43 (New York: Praeger (1965-1966). pp.117 and 317.

(۷) لیون کانپیو :**اليهود واليهودية فى نظر شعوب العالم** (رؤية إعلامية) ترجمہ وپیشکش: محمد علی حوات(قاہرہ:**دار الآفاق العربية**:۲۰۰۱)ص:۱۰.

(۸) Jerusalam: key to peace in the Middle East, Kelly Ingram, ed., (North Carolina: Triangle Friends of the Middle East, 1977), P.26.

تھیوڈر ہرتزل کی پیدائش ۱۸۶۰ء میں ہنگاریہ کے شہر بوڈابست میں ہوئی، وہ ۱۸۷۸ء میں آسٹریا کی راجدھانی ویانا منتقل ہوگیا، اس نے جدید تعلیم حاصل کی، ۱۸۸۴ء میں رومن لاء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، ایک سال بطور وکیل کام کیا، پھر اس نے اپنی زندگی کو صہیونیت کی خدمت کے لئے وقف کردیا، پھر اسے عالمی صہیونی تحریک کا صدر منتخب کرلیا گیا، لفظ '' تھیوڈ'' کے معنی '' خدائی عطیہ'' کے ہیں، دیکھئے: **تيودور هرتزل: مؤسس الحركة الصهيونية** از دیزمونڈ اسٹیورٹ، ترجمہ فوزی وفاء اور ابراہیم منصور(بیروت: الموسسۃ العربیۃ للدراسات والنشر ، ۱۹۸۹)ص:۸۔

(۹) مسجد اقصی: مسجد اقصی کا اطلاق اس مسجد پر ہوتا ہے جو حرم کے سامنے کی جانب ہے، یہ مسجد جنوب میں واقع مسجد صخرہ سے تقریباً پانچ سومیٹر کی دوری پر ہے، اندر سے اس کی لمبائی ۸۰ میٹر اور چوڑائی ۵۵ میٹر ہے، مسجد کے آغاز میں ایک گنبد ہے، مسجد کے گیارہ دروازے ہیں، سات دروازے شمال کی جانب، ایک مشرق کی جانب، دو مغرب کی جانب اور ایک جنوب کی جانب واقع ہیں، اسے اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ۶۹۲ء میں تعمیر کیا تھا، اس کی تکمیل خلیفہ ولید بن عبدالملک نے ۷۰۵ء میں کی تھی، اس مسجد کو خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کی جانب منسوب کرتے ہوئے '' مسجد عمرؓ'' کہنا درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت عمرؓ نے جس مسجد کی تعمیر کا حکم صادر کیا تھا وہ اس مبارک بقعہ میں ہے جسے '' حرم شریف'' کہا جاتا ہے، وہ مشرقی فصیل کے بالمقابل ہے یعنی مسجد اقصی کی موجودہ عمارت کے مشرقی جانب، وہ مسجد کافی وسیع تھی، اس کی چھت لکڑیوں سے بنی تھی، اس میں بیک وقت تقریباً تین ہزار

نمازی نماز ادا کر سکتے تھے، امام قرطبیؒ اللہ کے قول ''اِلی المسجد الاَ قصیٰ'' کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس مسجد کو ''اقصیٰ'' اس لئے کہا گیا کیونکہ اس مسجد اور مسجد حرام کے درمیان کافی دوری تھی۔ دیکھئے عارف العارف، تاریخ قبة الصخرة المشرفة والمسجد الأقصى المبارك ولمحة عن تاريخ القدس (قدس: مکتبۃ الاندلس، ۱۹۹۵ء) ص:۱۴۹، احمد عبد ربہ البصبوص، القدس تناديكم، (عمان: دار البشير للنشر والتوزيع، ۱۹۹۵ء) ص:۲۴۴، احمد المرعشلی، عبد الہادی ہاشم، انیس صائغ، الموسوعۃ الفلسطینیۃ، قسم ۲، جلد ۱۰ (دمشق: هيئة الموسوعة الفلسطينية، ۱۹۸۴-۱۹۹۰ء) ج ۴، ص: ۲۰۴)۔

(۱۰) Hellenistic and Roman Period, in The Illustrated History of Jews, M. Sterm, editors of the Israeli Publishing Institute, Jerusalem, International Hebrew Heritage Library, v 1-2 (Miami, FL: International Book Corp, 1969), p.98.

(۱۱) دیکھئے: مصطفیٰ کمال عبد العلیم، سید فرج راشد: اليهود فى العالم القديم، (دمشق: دار القلم ۱۹۹۵) ص: ۱۷۔

(۱۲) ابو جعفر محمد بن جریر الطبری: تاريخ الرسل والملوك، تحقیق: میخائیل جان دوغویہ، ۱۵ ج (بیروت: مکتبہ خیاط ۱۹۶۵)، ۱/ ۵۸۱۔

(۱۳) یوسیفوس یا یوسیبوس یا اصل عبری نام یوسف بن ماتیتیا ہو (۳۸-۱۰۰ء تقریباً) ایک رومن یہودی تھا جو ایک ادیب، مورخ اور فوجی تھا، اس نے پہلی صدی عیسوی میں زندگی گزاری، یہودی تاریخ اور رومن سلطنت کے خلاف یہودی سرکشی و بغاوت سے متعلق اس کی کتابوں کو کافی شہرت حاصل ہوئی، ان کتابوں میں پہلی صدی عیسوی میں فلسطین کے حالات اور واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے، اس صدی میں مملکت یہوذا زوال پذیر ہو رہی تھی اور مسیحیت کا غلبہ ہو رہا تھا، نیز رومان میں یہودی سرکش کے ناکام ہونے اور ہیرودوس کے تعمیر کردہ ہیکل کے منہدم ہونے کے بعد بہت ساری بڑی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔

(۱۴) محمود سعید عمران: القدس والمسجد الاقصى فى كتابات الرحالة الأجانب، یہ ایک پیپر

ہے جو ''بلادشام کی تاریخ پر آٹھویں عالمی کانفرنس'' میں پیش کیا گیا تھا، یہ کانفرنس دمشق یونیورسٹی میں جارڈن یونیورسٹی کے تعاون سے ۲۲-۲۶ فروری ۲۰۰۹ء میں منعقد ہوئی تھی۔

(۱۵) بیان نویہض الحوت، فلسطین: القضیة، الشعب، الحضارة (بیروت: دار الاستقلال للدراسات والنشر، ۱۹۹۱)، ص: ۳-۴۔

(۱۶) ارنالڈ ٹوئینبی، فلسطين: جريمة ... ودفاع، عربی ترجمہ: عمر الدیراوی، ط ۳ (بیروت: دار العلم للملايين، ۱۹۸۱)۔

(۱۷) یہ ایک امریکی یہودی مصنف ہے، اس کی سب سے مشہور کتاب کا نام اسرائیل: ذلك الدولار الزائف وثمن إسرائيل ہے۔

(۱۸) دیکھئے: الفرد لیلینتال، إسرائيل: ذلك الدولار الزائف، عربی ترجمہ: عمر الدیراوی، ابو حجلہ (بیروت: دار العلم للملايين، ۱۹۶۵)، ص: ۴۴۳۔

(۱۹) میکس نورڈو (۱۸۴۹-۱۹۲۳) ایک جرمنی یہودی سیاست داں اور مفکر تھا، ہرتزل کا اس سے تعارف ۱۸۹۲ء میں ہوا، ہرتزل نے اس کے سامنے صہیونی حکومت کا نظریہ پیش کیا، جس سے اس نے اتفاق کیا اور ہرتزل کا دایاں ہاتھ بن گیا۔

(۲۰) Arie Bober, The other Israel: The Radical Case against Zianism (Garden city, Ny:Anchor Books, 1972), p.38.

(۲۱) داؤد یا داود یا داؤود کے معنی ''محبوب'' کے ہیں، آپ متحدہ مملکت اسرائیل (۱۰۱۱ ق م-۹۷۱ ق م) کے دوسرے فرمانروا ہیں، آپ بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے، آپ اسرائیل کے سب سے زیادہ حق پرست اور صاف ستھرے شبیہ والے حکمراں کے طور پر مشہور ہیں، زبور آپ پر ہی نازل کی گئی تھی، دیکھئے: یحییٰ عمر الدنف الانصاری، مناسك القدس الشريف، تحقیق: انور محمود زناتی، مولدی فاروق زناتی (قاہرہ: دار الآفاق العربية، ۲۰۰۹)، ص: ۳۲۔

(۲۲) حضرت سلیمانؑ کا شمار ان رسولوں میں ہوتا ہے جنہیں اللہ تعالی نے حضرت داؤد کے بعد بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا، ان دونوں رسولوں کا دیگر رسولوں سے امتیاز یہ تھا کہ اللہ تعالی نے انہیں حکومت اور نبوت دونوں ہی سے نوازا تھا، اللہ تعالی نے حضرت سلیمانؑ کا ذکر بحیثیت نبی ورسول کیا

ہے،سورہ نساء میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"إنا أوحينا إليک كما أوحينا إلى نوح والنبيين من بعده وأوحينا ......"(سورہ نساء:۱۶۳)،حضرت داوؑد نے اپنے بیٹے حضرت سلیمانؑ کو حکومت کرنے کی وصیت کی تھی، چنانچہ حضرت داوؑد کے انتقال کے بعد حضرت سلیمانؑ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی، اس وقت وہ صرف ۱۲ سال کے تھے، اللہ تعالی نے بچپن میں ہی حضرت سلیمانؑ کو حکمت ودانشمندی سے نوازا تھا، اور حکومت کرنے کی سوج بوجھ عطا فرمائی تھی، اللہ تعالی نے آپ کو بہت ہی عظیم الشان سلطنت عطا فرمائی تھی، ویسی سلطنت نہ آپ سے پہلے کسی کو ملی اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کو ملے گی، درحقیقت اللہ تعالی نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی تھی کہ "رب اغفر لي وهب لي ملكاً لا ينبغي لأحد بعدی"(سورہ ص:۳۵)، دیکھئے: یحیٰی عمر الدنف الانصاری، نفس مرجع،ص:۲۵۔

(۲۳) دیکھئے: المرعشلی، ہاشم، صابغ، الموسوعة الفلسطينية، قسم ۲، ج ۵،ص ۶۔

(۲۴) دیکھئے: جورجی کنعان، وثيقة الصهيونية فی "العهد القديم"، ط ۳ (بیروت: دار اقرأ، ۱۹۸۵)ص ۱۲۲؛ عبداللہ الحلاق، القدس النشأة والمكانة، العہد(۵ جنوری ۲۰۰۰)۔

(۲۵) مزید کے لئے دیکھئے: محمود محارب، الصهيونية والهاجس الديمغرافي، ادارہ برائے فلسطینی امور، عدد ۱۹۴، (مئی ۱۹۸۹)،ص:۹۔

(۲۶) عبداللہ متولی، الرأی، ۲۴/۱۰/۲۰۰۸ء۔

(۲۷) دیکھئے: الصهيونية حركة عنصرية: أبحاث مؤتمر طرابلس حول الصهيونية والعنصرية، ۲۴-۲۸ جولائی ۱۹۷۶ء، ترجمہ عدنان کیالی، (بیروت: المؤسسة العربية للدراسات والنشر، ۱۹۷۶ء)ص:۳۶)۔

(۲۸) Meron Beruventisti, Jerusalem: The Iron City, [translated by Peretz Kidron] (Jerusalem: Isratypeset, 1976), pp.108-109.

(۲۹) یہ علاقہ مغربی دیوار کے بالمقابل ہے، یہ علاقہ نور الدین علی بن صلاح الدین کے دور سے آباد ہے جو ۵۸۹-۵۹۲ھ/ ۱۱۹۳-۱۱۹۶ء کے درمیان دمشق کے والی وحکمراں تھے۔

(۳۰) عبد الرحمٰن ابوعرفہ، الاستيطان التطبيق العملي للصهيونية (بیروت: المؤسسة العربية

للدراسات والنشر؛دارالجلیل۱۹۸۹)ص:۲۲۲۔

(۳۱) دیکھئے:ممدوح الروسان،القدس تحت الاحتلال الإسرائیلی ۱۹۶۷ – ۲۰۰۰ (عمان: دار الشروق للنشر ۲۰۰۰)ص:۸۔

(۳۲) Benvenisti, Jerusalem: The Torn City, p.100.

(۳۳) یہ خبر کتاب سیفر ہجو کیم میں شائع ہوئی تھی،نمبر ۴۹۹،ص ۱۲۱۔

(۳۴) تفصیل کے لئے دیکھئے:مالکولم کیر،الوضع السیاسی المتغیر للقدس،اشاعت:ابراہیم ابوغد، مصنف تهوید فلسطین، ترجمہ: اسعد رزوق، سیریز فلسطینی کتب، ۳۷ (بیروت: مرکز الابحاث الفلسطینیة،۱۹۷۲ء)ص:۳۸۲۔

(۳۵) Benvenisti, Jerusalem: The Torn City, p.113.

(۳۶) مزید کے لئے دیکھئے: کیر،نفس مرجع،ص:۳۸۲۔

(۳۷) دیکھئے:التقریر الفنی والقانون الموثق بالخرائط والصور بشأن الحفریات التی تقوم بها سلطات الاحتلال الإسرائیلی حول المسجد الأقصی فی القدس الشریف،تیار کردہ لجنة خبراء الإیسسکو الآثاریین فی مقر دائرة الآثار الأردنیة،عمان، ۱۵-۱۶ اپریل ۲۰۰۷ء۔

(۳۸) القدس: الوحدة الإسرائیلیة للاستیلاء علی الأراضی، الشرق الاوسط، ۱۰/۴/۱۹۹۸ء۔

(۳۹) مزید کے لئے دیکھئے:ابوعرفہ،الاستیطان التطبیق العملی للصهیونیة،ص ۸۴؛نواف الزرو، القدس بین مخططات التهوید الصهیونیة ومسیرة النضال والتصدی الفلسطینیة (عمان:دارالخواجہ،۱۹۹۱)،ص:۳۳؛ کیر،الوضع السیاسی المتغیر للقدس،ص:۳۸۴۔

(۴۰) دیکھئے:محمود العابدی،قدسنا(قاہرہ:معهد البحوث والدراسات العربیة،۱۹۷۲)،بسام عبد المنعم،المحاولات الصهیونیة لتهوید القدس الشریف،یہ پیپر المؤتمر الدولی الأول لنصرة القدس میں پیش کیا گیا تھا(قدس:نت للدراسات والإعلام،۲۰۰۷ء)،ص:۲۳۳۔

(۴۱) عبدالمنعم،نفس مرجع،ص ۲۴۴۔

(۴۲) دیکھئے: نفس مرجع، ص:۲۳۹؛ سامی الحکیم، القدس (قاہرہ: مکتبۃ الانجلو المصریۃ، ۲۰۰۱)، ص:۲۵۔

(۴۳) خلیل التفکجی، الدستور (عمان)، ۸/۸/۱۹۹۵ء۔

(۴۴) دیکھئے: نافذ ابوحسنہ، مشروع القدس الکبری (حلقہ ۱۳۷)، المرکز الفلسطینی للإعلام http://www.palestine-info.com/arabic/books/beet_maqdes/maqdes137.htm

(۴۵) مزید کے لئے دیکھئے: ہنری کتن، القدس الشریف، ترجمہ: نور الدین کتانہ، مراجعہ: ہشام الصواف، محمد محمود العمر (عمان: مکتبۃ الأقصی ۱۹۸۹)، ص:۱۳۹-۱۵۴۔

(۴۶) دیکھئے: یوسف کامل ابراہیم، القدس وجدار الفصل العنصری، یہ ایک پیپر ہے جو المؤتمر الدولی الأول لنصرۃ القدس میں پیش کیا گیا، ص ۱۳۲۔

(۴۷) دیکھئے: کمال محمد الاسطل، مستقبل مدینۃ القدس فی ظل السیاسات والإجراء ات الإسرائیلیۃ، یہ ایک پیپر ہے جو المؤتمر الدولی الاول لنصرۃ القدس میں پیش کیا گیا، ص ۱۹۴۔

(۴۸) دیکھئے: ہآرتس، ۱۱/۷/۱۹۹۰۔

(۴۹) دیکھئے: معاریف، ۱۵/۱۰/۱۹۹۰ء

(۵۰) مزید کے لئے دیکھئے: کیر، الوضع السیاسی المتغیر للقدس، ص:۳۸۴۔

(۵۱) نفس مرجع، ص:۳۸۴۔

(۵۲) مزید کے لئے دیکھئے: ذیاب عیوش، الصراع الدیمغرافی، ملتقی القدس الدولی (قدس انٹرنیشنل میٹ) اسطنبول، ۱۵-۱۷ نومبر ۲۰۰۹ء، ص:۳۱۔

(۵۳) مہمۃ تقصی حقائق فی القدس الشرقیۃ فی النصف الثانی من دیسمبر ۲۰۰۸ء، اللجنۃ العربیۃ لحقوق الإنسان (اشاعت خاص برموقع مراجعہ دیربان کانفرنس) (اپریل ۲۰۰۹ء)(http://www.achr.nu/art637.htm)

(۵۴) یحییٰ الفرحان، قصۃ مدینۃ القدس، سیریز فلسطینی کتب، ٦ (قاہرہ: المنظمۃ العربیۃ للتربیۃ

والثقافة والعلوم۱۹۸۸)،ص:۱۲۱)۔

(۵۵) عالی ہمشار،۸/۲/۱۹۷۴ء

(۵۶) القدس:الوحدة الإسرائيلية للاستيلاء على الأراضى۔

(۵۷) دیکھئے: ابراہیم الفنی،جدران وأنفاق واستيطان... إسرائيل تعزل القدس، العربی،عدد ۵۶۳،اکتوبر ۲۰۰۵ء۔

(۵۸) اسرائیلی مرکزی ادارہ برائے اعداد وشمار کی سالانہ رپورٹ،مارچ ۲۰۰۰ء،مختلف اقتباسات جو عبرانی مجلّات میں شائع ہوئے۔

(۵۹) تقرير المكتب المركزى للاحصاء الفلسطينى/ رام الله، القدس المقدسية، ۴/۱۲/۱۹۹۷ء۔

أرقام الخريطة الاستعمارية، النهار،۳۰/۱/۱۹۹۶(صفحہ قضايا النهار)۔

(۶۰) معطيات وزارة الداخليةالإسرائيلية ومكتب الإحصاء المركزى، ہآرتس، ۲۳/۱/۲۰۰۲ء،منقول از: عطا القمیری، المصدر السياسى (القدس) (عبرانی مجلّات واخبارات سے ترجمہ)۔

(۶۱) وليد الخالدی، کی لا ننسى: قرى فلسطين التى دمرتها إسرائيل سنة ۱۹۴۸ وأسماء شهدائها(بيروت:مؤسسة الدراسات الفلسطينية ۱۹۹۷)،ص:۵۵۸۔

(۶۲) دیکھئے: ابراہیم الفنی، الوقائع التى اعتمدتها إسرائيل فى تنفيذ مشروع القدس الكبرى، یہ مقالہ المؤتمر الدولى الأول لنصرة القدس میں پیش کیا گیا تھا،ص:۶۴۔

(۶۳) كتاب القوانين،عدد:۹۸۰(۵/اگست ۱۹۸۰ء)،ص:۱۸۶۔

(۶۴) دیکھئے:الأسطل،مستقبل مدينة القدس فى ظل السياسات والإجراء ات الإسرائيلية، ص۱۹۲۔

(۶۵) يلكوط ہفرسومیم (الوقائع الإسرائيلية)،عدد ۲۶۱۴) (۱۹۸۰)،ص:۱۳۵،خلیل التوفکجی،تهويد القدس: حقائق وأرقام، الدراسات الفلسطينية،عدد ۲۲(۱۹۹۵)،ص:۱۲۱اور ۱۲۴۔

(۶۶) دیکھئے:الفنی،الوقائع التى اعتمدتها إسرائيل فى تنفيذ مشروع القدس الكبرى،ص:۶۵۔

(٦٧) دیکھئے: محمد احمد صالح، السياسة الصهيونية لتغيير التركيبة الديمغرافية قبل أن تضيع، العربی، عدد ۵۰۵ (دسمبر ۲۰۰۰)۔

(٦٨) نفس مرجع۔

(٦٩) رزق شقیر، القدس: الوضع القانونى والتسوية الدائمة، القدس المقدسية، ۹/۱۰/۱۹۹۶ء۔

(۷۰) دیکھئے: صالح، نفس مرجع۔

(۷۱) دیکھئے: جبل أبوغنيم والواقع الديمغرافى، النهار، ۱۱/۳/۱۹۹۷ء۔

(۷۲) آپ امیر المومنین ہیں، آپ کا مکمل نام ابوحفص عمر بن خطاب بن نفیل القرشی العدوی ہے، آپ کی پیدائش مکہ میں عام الفیل کے ۱۳ سال کے بعد ہوئی (۴۰ قبل ہجرت)، آپ کا شمار مکہ کے تاجروں میں ہوتا تھا، آپ ہجرت سے چار سال قبل چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے، اسلام لانے والی خواتین میں آپ کی بہن فاطمہ زوجہ سعید بن زید بھی شامل تھیں، آپ کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں میں قوت آگئی، نبی کریم ﷺ نے آپ کو ''فاروق'' کے لقب سے نوازا، ہجرت کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کی بیٹی حضرت حفصہؓ سے نکاح کیا، حضرت عمرؓ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر خلافت کے لئے بیعت کی، حضرت ابوبکرؓ نے اپنی وفات کے دن حضرت عمرؓ کو خلافت عطا کرنے کی ہدایت دی تھی، انہوں نے شام، عراق، مصر اور بلاد فارس کو فتح کیا، آپ پہلے وہ شخص ہیں جنہیں ''امیر المومنین'' کے خطاب سے نوازا گیا، انہوں نے لوگوں کے عطا و بخشش کے لئے دواوین مرتب کروائے، آپ نے ہجرت کو اسلامی تاریخ کا آغاز قرار دیا، نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کا شمار عظیم اسلامی شخصیات میں ہوا کرتا تھا، آپ کی فضیلت میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں، ۲۸/ذی الحجہ ۲۳ھ کو جب آپ نماز فجر پڑھا رہے تھے تو مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولؤلؤہ فارسی مجوسی نے آپ کے کمر میں نیزہ پیوست کر دیا، پھر عبدالرحمٰن بن عوف نے لوگوں کو بہت مختصر نماز پڑھائی اور انہیں اٹھا کر گھر لے جایا گیا، آپ نے اگلے خلیفہ کے انتخاب کے لئے چھ لوگوں کی شوریٰ طے کی، وہ حضرات یہ تھے: عثمان بن عفانؓ، علی بن ابی طالبؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ، زبیر بن عوامؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور عبد

الرحمٰن بن عوفؓ، اس واقعہ کے بعد آپ تین دن تک باحیات رہے، پھر آپ کا ۶۳ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا، آپ کی خلافت کی مدت دس سال چھ مہینہ ہے، آپ سے ۵۳۷ حدیثیں مروی ہیں۔ دیکھئے: شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، الاصابه فی تمییز الصحابة، جلد ۸ (قاہرہ: شرف وخانجی، ۱۳۲۳-۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۵-۱۹۰۷ء) جلد ۲، ص ۵۱۸۔ احمد عطیۃ اللہ، القاموس الإسلامی: موسوعة للتعريف بمصطلحات الفكر الإسلامی ومعالم الحضارة الإسلامية، جلد ۲ (قاہرہ: مكتبة النهضة المصرية، ۱۹۶۳) جلد ۵، ص ۵۲۲۔

(۷۳) آپ عیاض بن غنم بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن وہیب بن ضبہ بن الحارث بن فہر القرشی ہیں، آپ کو ابوسعد یا ابوسعید بھی کہا جاتا تھا، آپ نے صلح حدیبیہ سے قبل اسلام قبول کیا تھا، آپ صلح حدیبیہ کے وقت موجود تھے، حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو عراق پر حملہ کے لئے بھیجا تھا، آپ معرکہ دومۃ الجندل میں لڑکھڑا گئے تھے، تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے آپ کی مدد کی تھی، اس کے بعد آپ نے عراق میں اور شام میں رومیوں کے خلاف حضرت خالدؓ کی قیادت میں رہ کر کام کیا، شمالی شام کی فتح میں آپ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے ساتھ تھے، حلب اور اعزاز کو آپ نے ہی فتح کیا، معرکہ یرموک کے بعد فتح دمشق میں بھی آپ حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ تھے، قائد ابوعبیدہ نے آپ کو گھوڑ سواروں کا امیر بنایا، خالد بن ولیدؓ کو قلب میں رکھا، عمرو بن عاصؓ کو دائیں جانب (میمنہ) اور خود کو بائیں جانب (میسرہ) رکھا، شرحبیل بن حسنہؓ پیدل لوگوں کے امیر تھے، دیکھئے: ابن حجر عسقلانی، نفس مرجع، جلد ۳، ۴۸-۵۰؛ ابو القاسم علی بن الحسن بن عساکر، مختصر تاريخ دمشق لابن عساكر، جلد ۶ (دمشق: دار الفکر، ۱۹۸۴ء-۱۹۸۵ء) ص: ۲۰-۶۰، ابوعبد اللہ محمد بن منیع بن سعد، الطبقات الكبرى، جلد ۹) (بیروت: دار بیروت، ۱۹۵۷-۱۹۶۸)، جلد ۳، ص ۴۱۷۔

(۷۴) توفکجی، الاستيطان الجغرافی والديمغرافی وأخطاره فی قضية القدس۔

(۷۵) دیکھئے: عدنان ابوعامر، المخططات الاستيطانية فی القدس: السياسات والآثار، شہر قدس کی ویب سائٹ:

http://www.alquds-online.org/intex.php25=17&55=17&id=330

(۷۶) خلیل توفکجی، الاستيطان فی مدينة القدس: الأهداف والنتائج، المركز الفلسطينی للإعلام،

http://www.palestineinfo.info/arabic/alquds/tahweed/alestitan.htm)

(۷۷) دیکھئے: عبداللہ متولی، الرأی، ۲۴/۱۰/۲۰۰۸ء۔

(۷۸) اسرائیلی تصورات کے ساتھ یہ متبادل (Alternatives) مختلف عبرانی روزناموں میں شائع ہوئے، مثلاً ہآرتس ۲۳/۵/۱۹۱۶ء، اور یدیعوت احرونوت ۲۳/۵/۱۹۹۶ء۔

(۷۹) دیکھئے: فلسطینی وزارت برائے میڈیا http://www.minfo.gov.ps

(۸۰) دیکھئے: الفنی، الوقائع التی اعتمدتها إسرائیل فی تنفیذ مشروع القدس الکبری۔

(۸۱) حضرت داؤد کا دروازہ قدس کے قدیم دروازوں میں سے ایک ہے، یہ دروازہ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۶۷ء تک بند تھا، کیونکہ مغربی قدس کی طرف کھلتا تھا، دیکھئے: الانصاری، مناسک القدس الشریف، ص:۴۵۔

(۸۲) الفنی، نفس مرجع، ص:۶۵۔

(۸۳) وبولیٹ داغر، تقریر تهوید القدس وإغلاق مؤسسة الأقصى، اللجنة العربية لحقوق الإنسان، (خصوصی اشاعت برموقع مراجعة دیربان کانفرنس) (اپریل ۲۰۰۹ء)۔

(۸۴) التقرير الشهری حول الانتهاكات الإسرائيلية فی مدينة القدس آذار ۲۰۰۷، ائتلاف الأهلی للدفاع عن حقوق الفلسطينيين فی القدس بالتعاون مع مركز القدس للديمقراطية وحقوق الإنسان ومركز أبحاث الأراضی، http://www.ccdprj.ps/arabic/monthly.report/2007/march.html

(۸۵) مزید کے لئے دیکھئے: بیسان عدوان، العنصرية الإسرائيلية، الفصل... والجدار، المنظمة العربية لمناهضة التمييز (مارچ ۲۰۰۵ء)۔

(۸۶) باب المغاربہ: یہ دروازہ مسجد اقصیٰ کے مغربی فصیل کے جنوب کی جانب واقع ہے، اس دروازہ کی تجدید وترمیم ۷۱۳ھ/ ۱۳۱۳ء میں کی گئی، اس دروازہ کو یہ نام اس لئے دیا گیا کیونکہ اس کے جوار میں مسجد المغاربۃ واقع ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ چونکہ یہ دروازہ المغاربہ بستی کی جانب کھلتا ہے، اس لئے اس کا یہ نام رکھا گیا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زمانہ قدیم میں اس کا نام باب النبی، باب حارۃ المغاربہ اور باب البراق بھی رہا ہے۔ دیکھئے: الانصاری، مناسک القدس الشریف، ص ۴۵۔

(۸۷) باب المغاربۃ حرم کے مغربی دیوار کے جنوبی جانب واقع ہے، یہ دروازہ المغاربہ بستی کے لوگوں کے

استعمال میں تھا، اس بستی کو اسرائیلیوں نے جون ۱۹۶۷ء میں تہس نہس کر دیا، یہ دروازہ حرم کو جنوبی قدس کے مختلف علاقوں (خصوصاً سلوان اور گوری) سے مربوط کرتا تھا، المغاربہ بستی، وقف ابومدین الغوث اور ان علاقوں میں اسرائیلی انہدامی کارروائیوں کے سلسلہ میں مزید معلومات کے لئے دیکھیں: Abdul Latif Tibawi, The Islamic Pious Foundations in Jerusalem: Origins, History and Usurpation by Israel (London: Islamic Cultural Centre 1978).

(۸۸) دیکھئے: عاطف وغلس، تحذیر فلسطینی من دولة کنتونات: تضاعف الاستیطان فی الضفة، الجزیرة نت (۱۲/اگست ۲۰۰۹ء)۔

http://www.aljazeera.net/NR/exeres/c952884B-C6B2-46E4-826A-221CBC65DA9D.htm)

(۸۹) دیکھئے: یلکو طہفر سومیم، الوقائع الإسرائیلیة، عدد ۲۶۱۴ (۱۹۸۰)، ص:۱۳۰۵۔

(۹۰) دیکھئے: وغلس، نفس ماخذ۔

(۹۱) عرب لیگ، بیانات حرکة السلام الآن الإسرائیلیة حول آخر النشاطات الاستیطانیة ۲۰۰۸ء

http://www.arableagueonline.org/las/arabic/details_ar.jspart_id=5593

(۹۲) مهمة تقصی حقائق فی القدس الشرقیة، فی النصف الثانی من دیسمبر ۲۰۰۸ء۔

(۹۳) عمرو حسین، المستوطنات (المستعمرات) الإسرائیلیة، نظرة تاریخیة، سلسلة ضد التمییز، عدد ۶ (جون ۲۰۰۵ء)، ص:۵۔

فصل دوم:

(۱) دیکھئے: یوسف کامل ابراہیم، القدس وجدار الفصل العنصری، یہ پیپر المؤتمر الدولی الأول لنصرة القدس میں پیش کیا گیا تھا (قدس: قدس نت للدراسات والإعلام: ۲۰۰۷) ص:۱۳۰۔

(۲) مزید کے لئے دیکھئے: عبد القادر نمر محمد، مدينة القدس، تاريخ وحضارة، ویب سائٹ شہر قدس (۲۳/ اکتوبر ۲۰۰۸ء)

http://www.alquds-online.org/index.php?s=11&55=8&id=691

مزید دیکھئے: سعید یقین، التزوير طال كل ما هو إسلامي وعربي في المدينة المقدسة: دراسة أكاديمية تحذر من خطر التزوير الحضاري والتاريخي الصهيوني في القدس، المركز الفلسطيني للإعلام

http://www.palestine-info.info/arabic/alduds/tawheed/altazweer.htm

(۳) اس رپورٹ کی مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے: ہآرتس ۶/۷/۲۰۰۷ء۔

(۴) دیوار براق حرم شریف کی مغربی دیوار کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے، وہ المدرسۃ التنکزیۃ کے جنوب، المغاربہ بستی کے مشرق اور المغاربہ بستی کے جنوب میں واقع شمالی رخ کے گھروں کے شمال میں واقع ہے، جو گھر حرم سے لگے ہوئے ہیں اور جہاں سے ایک راستہ حرم کے باب المغاربہ تک جاتا ہے، دیوار کی اونچائی ۵۸ میٹر ہے، دیکھئے: بدیع العابد، الهوية المعماريه وأثرها في تحديد الهوية السياسية لمدينة القدس: قبة الصخره أم الهيكل المزعوم، مجلة اتحاد الجامعات العربيه (بغداد یونیورسٹی، انجینئرنگ کالج) سال ۸، عدد ۱ (۲۰۰۱) ص ۱-۷۰۔

(۵) دیکھئے: القدس، ۱۳/۱۱/۲۰۰۰ء، ص ۶۔

(۶) اسرائیلی وزیر ادیان کی وضاحت مجلّہ یدیعوت احرونوت کے شمارہ ۲۸/۱۰/۱۹۷۰ء میں ملاحظہ کیجئے، وزیر ادیان کا بیان یہ تھا: ''اسرائیلی وزارت برائے ادیان کھدائیوں کا کام اس لئے کر رہی ہے تاکہ دیوار گریہ کا انکشاف ہو سکے اور اس مبارک واہم دیوار کو اپنی سابقہ حالت پر لایا جا سکے، یہ ساری کھدائیاں درحقیقت ایک مقدس عمل اور کارروائی کا حصہ ہیں جس کا مقصد دیوار گریہ کا انکشاف اور تمام ملحقہ عمارتوں کا انہدام ہے، خواہ اس راہ میں کتنی ہی رکاوٹیں کیوں نہ آئیں''۔

(۷) دیکھئے: عبد اللہ متولی، الرأی، ۲۴/۱۰/۲۰۰۸ء۔

(۸) دیکھئے: القدس، ۱۳/۱۱/۲۰۰۰ء، ص ۶۔

(۹) العابد، الهوية المعمارية وأثرها في تحديد الهوية السياسية لمدينة القدس: قبة

الصخرہ أم الھیکل المزعوم،ص۱-۷۰۔

(۱۰) نفس ماخذ،ص۹۔

(۱۱) مذبح یہودیوں کے یہاں عبادت کی پہلی جگہ تھی، جس کو قائم کرنے کا حکم اللہ نے اس وقت دیا تھا جب وہ وادی تیہ میں تھے، جیسا کہ تورات میں مذکور ہے (الکتاب المقدس، سفر الخروج، الاصحاح ۲۰، آیات ۲۲-۶۲)، مذبح ایک چھوٹی چوکور ریسلنگ رنگ کی طرح کی جگہ ہوتی ہے جس پر قربان کئے ہوئے جانور کے خون کو گولائی میں ڈالا جاتا ہے اس کے چاروں کونوں پر آگ جلائی جاتی ہے اور اس پر قربان کئے گئے جانور کی چربی اور اس کی جلد وغیرہ جلائی جاتی ہے، البتہ گائے کی قربانی اگر ہوتی تو اسے مکمل طور پر جلا دیا جاتا۔

(۱۲) یہ یہودی عبادت کی دوسری جگہ ہے، اس طریق عبادت میں یہودیوں کی عبادت کے لئے صرف ایک ہی خیمہ ہوتا ہے خواہ وہ کسی بھی علاقہ میں ہوں، یہ خیمہ اس وقت قائم کیا گیا تھا جب اللہ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا تھا کہ وہ اسرائیلیوں سے کہیں کہ وہ اللہ کے لئے قربانی دیں، اور اس کے لئے ایک مقدس جگہ بنائیں تا کہ وہ اس جگہ کے وسط میں رہ سکے..''، اس طرح یہاں پر تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ خیمہ اور اس کے اندر کی چیزوں کو کس طرح کا ہونا چاہئے، یہاں پر اس ذکر کا کوئی فائدہ نہیں (سفر الخروج، الاصحاحات ۲۵-۲۷)۔

(۱۳) F.E Peters, Jerusalem the Holy City in the Eyes of Chroniclers, Visitors, Pilgrims, and Prophets from the Days of Abraham to the Beginings of Modern Times (Princetion, N.T: Princeton University Press, 1985), pp, 484-487.

(۱۴) نفس ماخذ ص:۴۸۶۔

(۱۵) دیکھئے: الأیام الفلسطینیة، ۱۵/۴/۱۹۹۸ء۔

(۱۶) دیکھئے: سلیمان ابراہیم العسکری، مرارات ابتلاع القدس، العربی، عدد ۵۸۲ (مئی ۲۰۰۷ء) ص ۱۰۔

(۱۷) براق: ایک جانور جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا ہوتا ہے، گدھ کی طرح اس کے پر بھی ہوتے ہیں۔

(۱۸) کمیٹی کی اس رپورٹ کو بین الاقوامی سلامتی کونسل میں ایک سرکاری دستاویزات کے طور پر ۲۳/۲/۱۹۶۸ء کو (نمبر/۸۴۲۷ کے تحت) تسلیم کر لیا گیا ہے۔

(۱۹) ۷/جون ۱۹۶۷ء کی صبح یہ حادثہ پیش آیا۔

(۲۰) حاخام: یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ''عقلمند و دانا شخص'' کے ہیں، اس لفظ کا استعمال فریسی معلمین کی جماعت کے لئے کیا جاتا تھا، یہیں سے یہ لفظ مفرد استعمال ہونے لگا، لفظ حاخام کا استعمال ان یہودی فقہاء کے لئے ہوتا ہے جنہوں نے المدراش اور دیگر مذہبی کتابوں کی تفسیر کی ہے، جن کی تفسیریں تلمود (التوراۃ الشفویۃ) میں جمع کی گئیں اور انہیں یہودیوں کے لئے بنیاد قرار دیا گیا جس کی جانب وہ رجوع کرتے ہیں۔

(۲۱) مزید کے لئے دیکھئے: مالکولم کیر، الوضع السیاسی المتغیر للقدس، تھوید فلسطین (مدیر ابراہیم ابولغد)، ترجمہ: اسعد رزوق، سیریز فلسطینی کتب: ۳۷ (بیروت: مرکز الابحاث الفلسطینیۃ ۱۹۷۲)، ص: ۳۸۲۔

(۲۲) محمد الخطیب الکسوانی، عمران الرشق، القدس، تاریخ من الالم النبیل، العربی، عدد ۵۱۸ (جنوری ۲۰۰۲)۔

(۲۳) محمد شراب، بیت المقدس والمسجد الاقصی: دراسۃ تاریخیۃ موثقۃ (دمشق، دار القلم، ۱۹۹۴)، ص: ۴۸۹-۴۹۰۔

(۲۴) نسیبہ داؤد، الحفریات والتھجییر وھدم المنازل... أذرع اخطبوط تھوید القدس، المسلم ویب سائٹ، (http://almoslim.net/node/108868)

(۲۵) Dominique Vidal, Letter de Jerusalem, Le Monde diplomatique (December 2006).

(۲۶) دیکھئے: شوقی شعث، التاریخ العربی، عدد ۱۶ (خریف ۲۰۰۰)۔

(۲۷) وارین نے اپنا ریسرچ ورک فروری ۱۹۶۷ء سے ۱۸۸۰ء کے درمیان کیا جسے اس نے Recovery of Jerusalem کے نام سے شائع کیا، پھر اس نے ایک دوسری کتاب Underground Jerusalem کے نام سے شائع کی، وارین کی سب سے اہم کتاب وہ ہے

جسے ۱۸۸۴ء میں صندوق الاستکشاف نے Memoirs of the Survey of Western Palestine کے نام سے شائع کیا ہے۔

(۲۸) خیریہ قاسمیہ، صندوق الاستکشاف البریطانی ونشاطه بفلسطین، یہ پیپر المؤتمر الدولی الثالث لتاریخ بلاد الشام: فلسطین میں پیش کیا گیا تھا، جلد۶ (عمان، جارڈن یونیورسٹی ۱۹۸۳-۱۹۸۴ء) جلد۲، جغرافية فلسطين وحضارتها، ص ۳۹۳-۴۴۷۔

(۲۹) ان کھدائیوں کے نتائج کے لئے دیکھئے: Frederick Jones Bliss, Excavations at Jerusalem: 1894-1897, (Bastan, MA: Adamant Media Corporation 2002).

(۳۰) Encyclopedia of Archaelogical Excavation in the Holy Land (London: Oxford University Press, (1976), vol.2,pp.591-593.

(۳۱) Kathleen M. Kevyon, Digging up Jerusalem (New York: Praeger, 1967)

(۳۲) Encychlopedia of Archacalogical Exavations in the Holy Land.

(۳۳) نفس ماخذ، ص ۶۱۹۔

(۳۴) نفس ماخذ، ص ۶۲۶۔

(۳۵) دیکھئے: التقرير الفنی والقانونی الموثق بالخرائط والصور بشأن الحفريات التی تقوم بها سلطات الاحتلال الاسرائيلی حول المسجد الاقصی فی القدس الشريف، تیار کردہ: لجنة خبراء الايسسكو الآثاريين، دائرة الآثار الاردنية، عمان، ۱۵-۱۶ اپریل ۲۰۰۷ء۔

(۳۶) مزید کے لئے دیکھئے: رائف یوسف نجم، الحفريات الاثريه فی القدس، فلسطینی میڈیا سینٹر، http://palestine-info.info/arabic/alquds/mukhtarat/alhafriyat.htm).

مزید دیکھئے:قضية القدس ومستقبلها: المدخل الى القضية الفلسطينية، یہ پیپر التقریر التوثيقى الاستقرائى الذى يرصد الاعتداء ات على المسجد الاقصى فى الفترة بين ۲۱/۸/۲۰۰۶ الى ۲۱/۸/۲۰۰۸ء میں پیش کیا گیا تھا، اشراف ومراجعہ: زیاد الحسن اور ہشام یعقوب، علمی مواد ونقشے کی فراہمی: عبد اللہ الحسن اور ابراہیم ابو جابر، ادارة الاعلام والمعلومات، موسسة القدس الدولية۲۰۰۸،ص۵۶۔

بسام عبد المنعم محمد الحاج،المحاولات الصهيونية لتهويد القدس الشريف، یہ پیپر المؤتمر الدولى الاولى لنصرة القدس میں پیش کیا گیا،ص۲۴۱۔

(۳۷) داؤد،الحفريات والتهجير وهدم المنازل... أذرع أخطبوط تهويد القدس۔

(۳۸) نفس ماخذ۔

(۳۹) دیکھئے: عائد احمد عائد،الحفريات الاسرائيليه حول المسجد الاقصى المبارک، یہ پیپر المؤتمر الدولى الاول لنصرة القدس میں پیش کیا گیا تھا،ص ۲۷۳۔

(۴۰) باب الاسباط: یہ دروازہ مشرقی جانب مسجد اقصی کے شمالی کنارہ میں واقع ہے، اس دروازہ کے اندر موجود ایک کتبہ کی روشنی میں عارف العارف نے اس دروازہ کی تاریخ بیان کی ہے، مجھے وہ کتبہ مل نہیں سکا، انکے مطابق یہ دروازہ ۱۵۳۸ء میں تعمیر کیا گیا تھا اور اس کی ترمیم ۱۲۳۲ھ/۱۸۱۷ء میں کی گئی، اس دروازہ کو ''ستی مریم'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس دروازہ کی جانب فصیل کے باہر اسی نام سے ایک گرجا گھر ہے، دیکھئے: یحیٰ عمر الانف الانصاری، مناسک القدس الشریف، تحقیق: انور محمود زناتی اور مولدی فاروق زناتی (قاہرہ:دار الآفاق العربية،۲۰۰۹ء)۔

(۴۱) باب الغوانمہ: یہ دروازہ مغربی فصیل کے شمال میں واقع ہے، چونکہ یہ دروازہ الغوانمہ نامی بستی کی جانب کھلتا ہے اس لئے اس کا نام باب الغوانمہ پڑ گیا، الغوانمہ درحقیقت ایک خاندان ہے جو غالبًا صلاح الدین ایوبی کے ساتھ اس علاقے میں آیا تھا، اس دروازہ کی ترمیم ۷۰۷ھ/۱۳۰۷ء میں کی گئی، اس دروازہ کی تعمیر اس سن سے بہت پہلے کی گئی تھی، اس دروازہ کو مندرجہ ذیل ناموں سے جانا جاتا ہے، باب الخلیل، باب الغوانمہ، باب درج الغوانمہ، دیکھئے: نفس ماخذ ص ۷۴۔

(۴۲) دیکھئے:التقرير الفنى والقانونى الموثق بالخرائط والصوربشأن الحفريات التى تقوم

بها سلطات الاحتلال الاسرائیلی حول المسجد الاقصی فی القدس الشریف۔

(۴۳) یہ گنبد مسجد کے احاطہ کے درمیان میں بلندی پر واقع ہے، اس کی بلندی ۱۸ ر میٹر ہے اور چوڑائی تقریباً ۱۳ ر میٹر ہے، اس گنبد کے ڈھلان والا حصہ مشرق کی جانب جبکہ بلندی والا اسیدھا حصہ مغرب کی جانب واقع ہے، اس گنبد کا بعض حصہ زمین سے ایک میٹر کی بلندی پر واقع ہے، اس کا کل محیط بیس میٹر ہے، اس کا نچلا حصہ خالی ہے۔

(۴۴) داؤد، الحفریات والتهجیر وهدم المنازل.. أذرع أخطبوط تهوید القدس۔

(۴۵) نفس ماخذ۔

(۴۶) مزید کے لئے دیکھئے: التقریر التوثیقی الاستقرائی الذی یرصد الاعتداء ات علی المسجد الاقصی فی الفترة بین ۲۱/۸/۲۰۰۶ الی ۲۱/۸/۲۰۰۸۔

(۴۷) باب السلسلة: یہ مسجد اقصی کا ایک دروازہ ہے جو جنوبی جانب باب السکینہ کے بالمقابل واقع ہے (دیکھئے: تصویر نمبر (۲-۸) اوپر) اس کی تعمیر بہت ہی پرانی ہے، کتاب الابنیة الاثریة فی القدس الاسلامیة کے مطابق یہ دروازہ ۶۰۰ھ/ ۱۲۰۰ء میں تعمیر کیا گیا تھا، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ دروازہ اس سے بھی پرانا ہے، ابن الفقیہ کے مطابق اس دروازہ کو ۲۹۱ھ/ ۹۰۳ء میں اور ابن عبد ربہ کے مطابق ۳۰۰ھ/ ۹۱۲ء میں تعمیر کیا گیا تھا، اس دروازہ کو باب داؤد اور باب الملک داؤد کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، دونوں ہی صورتوں میں اس سے مراد اللہ کے نبی حضرت داؤدؑ ہیں، یہودی اسے نہیں مانتے ہیں لہذا وہ ''الملک'' کے لفظ کا اضافہ کرتے ہیں، دیکھئے: مناسک القدس الشریف، ص۴۶۔

(۴۸) یہ مدرسہ قدس میں مملوکی فن معماری کا شاہکار نمونہ ہے، شام کے مملوکی حاکم تنکز الناصری نے ۱۳۳۶ء میں اسے قائم کیا تھا یہ ایک مکمل عمارت تھی جس میں ایک مدرسہ، ایک دار القرآن، ایک دار الحدیث، ایک صوفیاء کے لئے جگہ اور ایک عورتوں کے لئے جگہ تھی، دیکھئے: نظمی الجبعة، تاریخ الاستیطان الیهودی فی البلدة القدیمة فی القدس، مجلة الدراسات الفلسطینیة (بیروت) (۲۰۰۲) ص ۱۰۷۔

(۴۹) مزید کے لئے دیکھئے: عائد، الحفریات الاسرائیلیة حول المسجد الاقصی المبارک،

ص ۴۷ ۲۔

(۵۰) نفس ماخذ: ص ۷ ۵۲۔

(۵۱) باب التوبۃ اور باب الرحمۃ: یہ دونوں دروازے مسجد اقصی کے مشرقی فصیل کی جانب واقع ہیں، ان دونوں دروازوں تک پہنچنے کے لئے طویل سیڑھیوں کا ایک سلسلہ طے کرنا پڑتا ہے، یہ دونوں دروازے ایک بڑی و بلند عمارت کے اندر واقع ہیں، یہ فی الحال بند ہیں، یہ دروازہ کب بند کیا گیا اس سلسلہ میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں، راجح قول یہ ہے کہ اسے عہد عثمانی میں امن وسلامتی کے پیش نظر بند کیا گیا تھا، اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ان دونوں دروازوں کو بالکل عہد عثمانی کے انداز میں بند کیا گیا تھا، کہا جاتا ہے کہ انہیں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بند کیا گیا تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہیں صلاح الدین ایوبی کے زمانہ میں بند کیا گیا تھا، دروازوں کا یہ نام اسلامی ہے، صلیبی اسے ''الباب الذہبی'' کہتے تھے۔ دیکھئے: الانصاری، نفس ماخذ، ص ۴۵۔

(۵۲) Evan M.Wilson, The Internationalization of Jerusalem, Middle East Journal, vol.22 (Witner 1969), pp.3-4.

(۵۳) قبرستان ''مامن اللہ'' یا بعض کے مطابق ''ماميلا'' (جس کے معنی اللہ کی جانب سے پانی یا اللہ کی برکت کے ہیں) قدیم قدس کے مغربی جانب واقع ہے، یہ باب الخلیل سے دو کلومیٹر دور ہے، بیت المقدس میں یہ سب بڑی اسلامی قبرستان ہے، مزید کے لئے دیکھئے: عائد، **الحفريات الاسرائيلية حول المسجد الاقصى المبارك**، ص: ۴۷ ۲۔

(۵۴) ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں: (۱) امیر عیسی بن محمد العکاری الشافعی، آپ کا شمار صلاح الدین ایوبی کے قریب ترین مشیروں میں ہوتا تھا، عکا سے قریب ایک علاقہ الخروبہ میں آپ کا گھر تھا، جہاں ۵۸۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا، آپ کو قدس لے جا کر مامن اللہ قبرستان میں دفن کیا گیا۔ (۲) شیخ شہاب الدین ابو العباس (۶۸۴ھ-۷۲۸ھ)، آپ کا مکمل نام احمد بن الشیخ محمد بن عبد الولی بن جبارہ المقدسی الشافعی تھا، آپ فقیہ ونحوی تھے، (۳) احمد بن محمد حامد بن احمد الانصاری المقدسی الشافعی، آپ حافظ قرآن تھے، حدیث کا علم حاصل کیا تھا، ان کو قدس کے منصب قضاء کی پیشکش کی گئی تھی، لیکن آپ نے اس سے معذرت کر لی تھی، آپ بہت ہی صالح وزاہد اور قلیل پر اکتفا کرنے والے بندہ خدا تھے، ۸۵۴ھ میں انتقال ہوا۔ (۴) قاضی القضاۃ شیخ الاسلام محمد بن جمال الدین بن سعد بن

ابوبکر بن الدیری العبسی الحنفی، آپ شہر نابلس کے قریب واقع حردا میں ۷۵۰ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے بیت المقدس میں سکونت اختیار کی، آپ کا شمار جید علماء اور فقہاء میں ہوتا تھا، سلطان المؤید نے آپ کو مصری علاقوں میں قضاء کی ذمہ داری سونپی تھی، پھر آپ نے درازی عمر کے سبب اس منصب سے علاحدگی اختیار کر لی، چونکہ وہ مصر چلے گئے تھے اس لئے بیت المقدس کی دوری انہیں بڑی گراں گذرتی تھی، وہ کہا کرتے تھے: ''میں نے بیت المقدس میں پچاس سال سے زیادہ سکونت اختیار کی، اب میں کسی اور دیار میں موت کا انتظار کر رہا ہوں''، لیکن ۸۲۷ھ میں آپ قدس تشریف لائے تاکہ وہاں اپنے عزیز واقارب سے مل سکیں اور رمضان گذار سکیں، ابھی وہ بیت المقدس سے واپس مصر جانے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ آپ کی وہیں وفات ہوگئی، آپ کو مامن اللہ قبرستان میں دفن کیا گیا۔

(۵۵) داوٗد، الحفريات والتهجير وهدم المنازل... أذرع أخطبوط تهويد القدس۔

(۵۶) نفس ماخذ۔

(۵۷) دیکھئے: التقرير نصف الشهری، وحدة شؤون القدس، ۱۶-۳۰/۴/۲۰۰۹ء۔

(۵۸) مزید کے لئے دیکھئے: التقرير التوثيقی الاستقرائی الذی يرصد الاعتداء ات علی المسجد الاقصی فی الفترة بين ۲۱/۸/۲۰۰۶ء الی ۲۱/۸/۲۰۰۸ء۔

(۵۹) نفس ماخذ۔

(۶۰) دیکھئے: التقرير الفنی والقانونی الموثق بالخرائط والصور بشأن الحفريات التی تقوم بها سلطات الاحتلال الاسرائيلی حول المسجد الاقصی فی القدس الشريف۔

(۶۱) نفس ماخذ۔

(۶۲) دیکھئے: سلمان ابوستہ، استعادة جغرافية فلسطين المغيبة، العربی، عدد ۵۸۲ (مئی ۲۰۰۷ء) ص ۳۲۔

(۶۳) مزید کے لئے دیکھئے: ابراہیم، القدس وجدار الفصل العنصری، ص ۱۲۸۔

(۶۴) مزید کے لئے دیکھئے: القدس بين مخططات التهويد الصهيونية ومسيرة النضال والتصدی الفلسطينية (عمان، دار الخواجہ، ۱۹۹۱) ص: ۳۴۔

(۶۵) دیکھئے: بسام عبد المنعم محمد الحاج، المحاولات الصهيونية لتهويد القدس الشريف، ص ۲۴۵۔

(٦٦) مهمة تقصى حقائق فى القدس الشرقية فى النصف الثانى من ديسمبر ٢٠٠٨ء، اللجنة العربية لحقوق الانسان (اشاعت خاص برموقع مؤتمر مراجعة ديربان) (اپریل ٢٠٠٩)(http://www.achr.mu/artb37.htm)

(٦٧) مزید کے لئے دیکھئے: کیر، الوضع السياسى المتغير للقدس، ص ٣٨٤۔

(٦٨) دیکھئے: ابراہیم الفنی، الوقائع التى اعتمدتها اسرائيل فى تنفيذ مشروع القدس الكبرى، یہ پیرا المؤتمر الدولى الاول لنصرة القدس میں پیش کیا گیا تھا، ص ٨٦۔

(٦٩) مزید کے لئے دیکھئے: الزرو، القدس بين مخططات التهويد الصهيونية ومسيرة النضال والتصدى الفلسطينية، ص ٣۵۔

(٧٠) رائف یوسف نجم، القدس الشريف خلال فترة الاحتلال الاسرائيلى، ١٩٦٧-١٩٨١ (عمان، المركز الثقافى الاسلامى، [د.ت] ص ٧٠۔

(٧١) البیادر کا فن تعلیم کا کالم نگار، البیادر، سال ۴، عدد ۱۴۵ (مارس ۱۹۸۵)۔

(٧٢) الحسن بن طلال، الاستيطان الاسرائيلى فى الضفة الغربية، المستوطنات الاسرائيلية فى الارض العربية المحتلة، یہ پیرا الندوة الدولية حول المستوطنات (الاسرائيليه) میں پیش کیا گیا تھا، (واشنگٹن، دار الآفاق الجديدة، ١٩٨۵)، ص ٦۵۔

(٧٣) دیکھئے: جهاد طويله، جدار الضم والتوسيع الاسرائيلى فى القدس، یہ پیرا المؤتمر الدولى الاول لنصرة القدس میں پیش کیا گیا تھا، ص ٣٣۔

(٧۴) دیکھئے: العسکری، مرارات ابتلاع القدس، ١٢۔

(٧۵) دیکھئے: بلال الشوبکی، الجدار الفاصل، الدوافع والآثار، مركز الشرق العربى للدراسات الحضارية والاستراتيجية (لندن)

(http://www.asharqalarabi.uk/markaz/m_abhath-j.htm)

(٧٦) سید محمد الداعور، الجدار الاسرائيلى فى الضفة الغربية، هل هو سياج امنى، أم جدار فصل عنصري: جدار الفصل العنصرى يهدف الى فصل وعزل الفلسطينى فى كانتونات متفرقة على ۴٢ بالمئة من مساحة الضفة الغربية لتستولى اسرائيل على

الباقی من الارض، الجزیرة،عدد ٦٨ (۱۷؍فروری ۲۰۰۴ء)
(http://www.alzazirah.com.sa/maqarine/17022004/ almalfsais2.htm
(۷۷) نادیۃ ابوزاہر،جدار الفصل، مخطط الضم والتوسع،الجزیرۃ نٹ، ۳؍۱۰؍۲۰۰۴ء
(http://www.algazeera.net/NR/exeres/563F14E2-2213-494B-A850-FE3B148233B.C.htm
(۷۸) نفس ماخذ۔
(۷۹) دیکھئے: ابراہیم،القدس وجدار الفصل العنصری،ص ۱۳۳۔
(۸۰) منقول از قدس نٹ (http://www.qudsnet.com/arabic/news.ph? maa=view &id=49315)
(۸۱) علی سمودی،جدار القدس استمرار للاطماع الاسرائیلیة فی المدینة المقدسة،القدس، ۳۰؍۷؍۲۰۰۵ء(http://www.amin.org)
(۸۲) نفس ماخذ۔

خاتمہ:

(۱) ہنری کتن،فلسطین فی ضوء الحق والعدل،عربی ترجمہ: ودیع فلسطین (بیروت،مکتبة لبنان، ۱۹۷۰)ص: ۳۰۔
(۲) دیکھئے: ابراہیم الفنی، جدران وأنفاق واستیطان... اسرائیل تعزل القدس، العربی، عدد ۵٦۳،اکتوبر ۲۰۰۵ء۔